فــوائــد مــکیــه

متن

امام فن حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکیؒ رحمہ اللہ تعالیٰ

تسہیلات

الاستاذ المقری فیاض الرحمٰن علوی

بانی ومہتمم مدرسہ مرکزی دارالقرآ نمک منڈی پشاور

مکتبہ علویہ مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور

فون نمبر 2210650 -091

فہرست مضامین فوائد مکیہ

1	پیش لفظ			3
2	مقدمۃ الکتاب			6
3	باب اول	فصل اول	استعاذہ ، بسملہ	8
4		دوسری فصل مخارج		12
5		تیسری فصل	صفات لازمہ کی تشریح وتفصیل	16
6		چوتھی فصل	جدول ہر حرف کی صفات لازمہ	22
7		پانچویں فصل	صفات ممیزہ بحث تمایز بین الحرفین	23
8	دوسرا باب	پہلی فصل	تفخیم وترقیق	26
9		دوسری فصل	نون ساکن وتنوین کے احکام	30
10		تیسری فصل	میم ساکن کے احکام	31
11		چوتھی فصل	حروف غنہ	32
12		پانچویں فصل	ہاء ضمیر	33
13		چھٹی فصل	ادغام کی تفصیلی بحث	34
14		ساتویں فصل	ہمزہ کے قواعد	38
15		آٹھویں فصل	حرکات کی اداء کا طریقہ	42
16	تیسرا باب	پہلی فصل	اجتماع ساکنین	45
17		دوسری فصل	مد کی بحث	48
18		تیسری فصل	مقدار اور اوجہ مد	51
19		چوتھی فصل	وقف	62
20	خاتمہ	پہلی فصل	علوم چہارگانہ	71
21		دوسری فصل	لہجہ	77
22			جدول، تعوذ، بسملہ، رب العلمین	81

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علٰی سید المرسلین وخاتم النبیین وعلی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

امابعد : کتاب فوائد مکیہ حضرت استاذ الاساتذہ شیخ العرب والعجم اما القرأۃ والمجودین مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی ثم آلہ آبادیؒ کی شہرہ آفاق تصنیف ہے، جو برصغیر پاک وہند اور افغانستان وغیرہ مدارس دینیہ وتجویدیہ کے نصاب تعلیم میں سالہا سال سے شامل ہے، جس کی واضح وجہ قرأ پاک وھند کی اکثریت کا کتاب کے مؤلف کی بالواسطہ شاگردی کے ساتھ ساتھ کتاب کی افادیت اور انتہائی اہم اور دقیق وضروری مسائل تجوید وقرأت پر مشتمل ہونا بھی ہے، کتاب کی عبارت اردو میں ہونے کے باوجود مختصر ہونے کی وجہ سے عام طلبہ کی استعداد اور سمجھ سے بالاتر ہونے کے پیش نظر حضرت مؤلفؒ کے قابل فخر تلامذہ اور ماہرین قرأت نے اس کتاب کو آسان اور سہل کرنے کی غرض سے حواشی لکھے ہیں۔ حضرت شیخ القرأت المقری عبدالمالکؒ متوفی ۱۳۷۹ء نے تعلیقات مالکیہ کے نام سے اور حضرت شیخ القرأت مولانا محب الدین احمد صاحب آلہ آبادیؒ نے حواشی مرضیہ کے نام سے اور حضرت شیخ المقرئین استاذ الاساتذہ واستاذی مولانا محمد شریف صاحب نور اللہ مرقدہ نے توضیحات مرضیہ کے نام سے حواشی رقم فرمائے ہیں، آخرالذکر حواشی نے کتاب کو مکمل حل کردیا ہے، تاہم بندہ ناچیز عرصہ تیس برس سے تجوید وقرأت کی تدریس کے دوران آج کے طلباء کی سہل نگاری کو دیکھتے ہوئے اس نتیجہ پر پہنچا ہے، کہ طلباء اب حواشی وشروح کو دیکھنے کی

زحمت نہیں اٹھاتے، لہٰذا باقی اسلامی ممالک کے تعلیمی نظام اور یونیورسٹیوں کی نصابی کتب کی طرح کتاب کے متن کی مغلق عبارتوں کو سہل کر دیا جائے، اور اساتذہ کرام کی تعلیمات اور شروح وحواشی کی روشنی میں اگر چہ اصل کتاب میں قدر طوالت ہو جائے، عبارت کو سلیس اور سہل کر دیا جائے، تا کہ طلباء دوران درس تمام کی تمام عبارت اساتذہ کے سامنے پڑھیں، اور اسے سمجھتے جائیں، اور طلباء کو زیادہ کاوش بھی نہ کرنی پڑے، البتہ تسہیلات کی عبارت کو قوسین ((ـ)) میں لکھا ہے، تا کہ مصنفؒ کی اصل عبارت واضح رہے، اللہ تعالیٰ میری اس سعی ناچیز کو خیر عام کا سبب بنائے، اور شرف قبول سے نوازیں اور توشہ آخرت بنائیں۔ آمین ثم آمین۔

فیاض الرحمٰن العلوی

اصطلاحات

(((۱) نام کتاب فوائد مکیہ کی وجہ تسمیہ (۲) مقدمہ (۳) باب وفصل (۴) مخرج (۵) صفت

(۱) فوائد مکیہ کے نام کی وجہ تسمیہ: اس کتاب کے مصنف امام فن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن مکی ثم آلہ آبادیؒ نے تجوید وقرأت کا علم وفیض مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں حاصل کیا ہے، اس لئے اسی مناسبت سے اس کا نام فوائد مکیہ یعنی مکۃ المکرمہ کے فوائد رکھ دیا گیا ہے

(۲) مقدمہ: دال کے زیر وزبر دونوں سے درست ہے، کسی علم وفن کے وہ مسائل جو اس کے مبادی کہلاتے ہیں، مثلاً علم کی تعریف، موضوع، غرض وغایت، فائدہ اور حکم انہیں اصل مسائل سے پہلے بیان کیا جاتا ہے، اور اس کے لئے اکثر مقدمہ کا عنوان تحریر کیا جاتا ہے، نیز مقدمہ کی دو قسمیں ہیں، ایک مقدمہ العلم اور دوسری مقدمۃ الکتاب۔

مقدمۃ الکتاب میں مبادیات کے ساتھ ساتھ کتاب سے متعلق ضروری ھدایات اور رموز بیان کی جاتی ہے، اس اعتبار سے مقدمۃ العلم کو مستلزم ہے۔

(۳) باب، فصل: کسی علم کے وہ مسائل جن میں آپس میں تعلق وربط ہوتا ہے، باب کے تحت اور پھر طلباء کے سہولت کے لئے یا ان مسائل میں بعض چیزوں کے فرق کو سامنے رکھتے ہوئے فصل کے عنوان کے تحت تقسیم کردیا جاتا ہے۔

(۴) مخرج بروزن مفعل اسم ظرف ہے، جس کے معنٰی جائے خروج، نکلنے کی جگہ کے ہیں، منہ جس حصے سے حروف نکلتے ہیں، اس کو مخرج کہتے ہیں۔

مخارج کی جملہ تفصیل جمال القرآن، معلم التجوید، تجوید القرآن، اور الوجیزہ وغیرہ میں آئی ہے۔

(۵) صفت: مَاقَامَ بِالشَّيْءِ مِنَ الْمَعَانِيْ كَالْعِلْمِ وَالسَّوَادِ (وہ چیز جو کسی دوسری چیز کے سہارے قائم ہو، جیسے علم اور سیاہی)۔

اصطلاحی تعریف: حروف کے مخرج سے اداء ہوتے وقت جو کیفیات انہیں لاحق ہوا کرتے ہیں، ان کو صفات کہتے ہیں، تفصیل معلم التجوید اور الوجیزہ، میں ہیں))۔

مقدمۃ الکتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ سَیِّدِ نَا وَنَبِیِّنَا وَشَفِیْعِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّاتِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

جاننا چاہیئے ، کہ قرآن کو قواعد تجوید سے پڑھنا نہایت ہی ضروری ہے ((تجوید کے مطابق قرآن کا پڑھنا فرض عین ، اور تجوید کا علم حاصل کرنا فرض کفایہ ہے، اس لئے)) اگر تجوید سے قرآن نہ پڑھا گیا، تو پڑھنے والا خطادار یعنی گنہگار کہلائے گا ((اس لئے کہ فرض کے ترک سے حرام کا اور مستحب کے ترک سے مکروہ کا مرتکب ہوگا، جبکہ مخارج اور صفات لازمہ شرعاً فرض ہے، اور صفات عارضہ اور بعض دوسرے قواعد مستحب ہیں)) پھر اگر ایسی غلطی ہوئی، کہ ایک حرف دوسرے حرف سے بدل گیا، جیسے (۱) اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْھَمْدُ پڑھ لیا (۲) یا کوئی حرف بڑھا یا، گھٹا دیا، یا حرکت کو لمبا کر کے مدہ بنا دیا، مدہ کو کم کر کے حرکت بنا دیا (۳) یا حرکت میں غلطی کی، زبر کی جگہ زیر، پیش، یا پیش کی جگہ زبر زیر وغیرہ پڑھ لیا (۴) یا ساکن کو متحرک یا متحرک کو ساکن پڑھ لیا (۵) مشدد کو مخفف یا مخفف کو مشدد کر دیا، تو پڑھنے والا گنہگار ہوگا ((یہ پانچ قسم کی غلطیاں لحن جلی کہلاتی ہیں، جن سے معنٰی بدل جاتے ہیں، اور لفظ کی عربیت فوت ہو جاتی ہے اس لئے اس کا ارتکاب حرام ہے)) اور اگر لفظ کا ہر حرف مع حرکت وسکون کے ثابت رہے ((یعنی مندرجہ بالا پانچ قسم کی غلطیوں میں سے کسی کا ارتکاب نہ ہو)) البتہ صرف ایسی غلطی ہو، جس سے بعض صفات جو تحسین حرف سے تعلق رکھتی ہیں، اور غیر ممیزہ ہیں، اگر یہ اداء نہ ہو، تو خوف عقاب

وتھدید کا ہے پہلی قسم کی غلطیوں کو لحن جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحن خفی کہتے ہیں ((چونکہ صفات عارضہ کا تعلق حروف کی خوبصورتی سے ہے، نیز ایک مخرج کے دو حرفوں میں جدائی کرنے میں ان کا کوئی دخل نہیں ہوتا اس لئے یہ غیر ممیزہ ہوتی ہیں اگر یہ اداء نہ ہو تو حروف کا حسن وخوبصورتی فوت ہوجاتی ہے جو مطلوب ومستحب اور آداب قرآن میں سے ہے جس سے لحن خفی لازم آتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی غصہ اور سزا کا خطرہ ہے لھذا لحن خفی کے ارتکاب سے بھی بچنا ضروری ہے))۔

مبادیات تجوید

تجوید کی لغوی تعریف: تجوید کے معنٰی عمدہ کرنا، سنوارنا۔

اصطلاحی تعریف: ہر حرف کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات کے اداء کرنا ((یعنی اس میں جو صفات لازمہ وعارضہ پائی جاتی ہے، ان کو اداء کرنا تجوید کہلاتا ہے))۔

موضوع: تجوید کا موضوع حروف تہجی (یعنی الف سے یاء تک انتیس حروف ہیں)۔

غرض وغایت: تجوید کی غرض وغایت تصحیح حروف (یعنی قرآن مجید کے حروف وکلمات کی صحیح اداء حاصل کرنا) لھجہ وخوش آوازی سے پڑھنا امر زائد مستحسن ہے ((یعنی ایک ایسا کام ہے جو تجوید کا جزو تو نہیں، مگر ایسا زائد بھی نہیں جو ناپسندیدہ ہو، بلکہ مستحب اور مستحسن کام ہے، جو احادیث مبارکہ آثار صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنھم اور ارشادات اکابر امت سے ثابت ہے)) شرط یہ ہے، کہ اگر تجوید کے قواعد کے خلاف نہ ہو، اور اگر خلاف ہو تو پھر لحن خفی اگر لازم آئے، تو ایسا لھجہ مکروہ، اور اگر لحن جلی لازم آئے تو حرام وممنوع ہے، اور پڑھنے اور سننے دونوں کا ایک ہی حکم ہے جس طرح غلط پڑھنا ناجائز ہے، اسی طرح غلط سننا بھی ناجائز ہے۔

باب اول ، فصل اول

استعاذہ اور بسملہ کے بیان میں

قرآن مجید شروع کرنے سے پہلے استعاذہ ((یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ)) کا پڑھنا نہایت ضروری ہے((اس لئے کہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے، فَاِذَا قَرَأْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، یعنی جب آپ قرآن مجید پڑھنے کا ارادہ کریں ،توشیطان مردود سے اللہ تعالی کی پناہ مانگ لیا کریں) پھر استعاذہ کے واجب یا مستحب ہونے میں علماء کا مختلف رائے ہے، بہر حال عملاً وعرفاً استعاذہ ضروری اور تلاوت کا شعار ہے))اور اس کے الفاظ یہ ہیں، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ،گو اور طرح سے ((یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ یا اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْقَادِرِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الْغَادِرِ وغیرہ)) کے الفاظ سے بھی ثابت ہے، مگر بہتر یہ ہے، کہ انہی الفاظ سے استعاذہ کیا جائے((اس لئے کہ یہ الفاظ مشہور اور مسنون ہونے کے ساتھ سورۃ نمل کے الفاظ سے مطابقت رکھتے ہیں اور اَسْتَعِیْذُ کی بجائے اَعُوْذُ کے الفاظ اس لئے استعمال کئے گئے ہیں ،کہ قرآن مجید میں قُلْ اَعُوْذُ سے ان ہی کی تعلیم دی گئی ہے،اور ابتداء قرآت میں یا درمیان قرآت میں جب سورۃ شروع کی جائے ،تو بسم اللہ کا پڑھنا ضروری ہے، سوائے سورۃ توبہ کے ((کہ اس کی ابتداء میں قرآن مجید میں بسم اللہ لکھی ہوئی نہیں ہے، نیز یہ وجہ بھی ہے کہ سورۃ توبہ قتال کے حکم کے ساتھ نازل ہوئی ہے، یا یہ سورۃ انفال کا ہی حصہ ہے کوئی مستقل سورۃ نہیں ہے))۔

البتہ اوساط اور اجزاء میں اختیار ہے چاہے بسم اللہ پڑھے چاہے نہ پڑھے ((اگر کسی سورۃ کے وسط (درمیان) سے یا جزو (سیپارہ) سے تلاوت شروع کی جائے تو حدیث شریف پر عمل کرتے ہوئے بسم اللہ پڑھی جائے گی، نہ کہ محل کی وجہ سے، اس لئے کہ بسم اللہ کا محل ابتداء سورۃ ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ كُلُّ اَمْرٍ ذِیْ بَالٍ لَمْ یُبْدَأْ بِبِسْمِ اللّٰهِ فَهُوَ اَقْطَعُ (ہر وہ کام جو عزت والا ہو، اور اگر اس کی شروع میں بسم اللہ نہ پڑھی جائے، تو اس میں برکت نہیں ہوتی))۔

تعوذ و بسملہ کے فصل و وصل کی چار صورتیں

اعوذ اور بسم اللہ پڑھنے کی چار صورتیں ہیں (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی (۴) وصل اول فصل ثانی ۔

(۱) ابتداء قرأت از ابتداء سورۃ میں مندرجہ بالا چاروں صورتیں جائز ہیں ((البتہ فصل اول وصل ثانی بہتر ہے، اس سے تعوذ کا غیر قرآن ہونا اور بسم اللہ کا جزو سورۃ واضح ہوجاتا ہے، فن کی معتبر کتابوں میں تعوذ کو قرأت سے قطع کرنے کو مستحب کردیا گیا ہے (دیکھو منار الھدیٰ فی الوقف والا بتداء صفحہ نمبر

(۲) ابتداء قرأت درمیان سورۃ سے ہو، تو دو صورتیں جائز "یعنی فصل کل اور وصل اول فصل ثانی اور دونا جائز ہیں، یعنی وصل کل اور فصل اول وصل ثانی" البتہ بعض کے نزدیک ان کو جائز قرار دیا گیا ہے، مگر پہلا قول ہی معتبر ہے، اور قراٗ کا عمل بھی اسی پر ہے، اور اگر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، تو وصل اور فصل دونوں صورتیں جائز ہیں، ہاں اگر آیت کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کا نام ہو، تو پھر وصل جائز نہیں))۔

(۳) ''ابتداءِ سورت درمیان قرأت'': یعنی جب ایک سورۃ کو ختم کر کے دوسری شروع کرے، تو تین صورتیں جائز ہیں، اور چوتھی صورت جائز نہیں۔

یعنی (۱) فصل کل (۲) وصل کل (۳) فصل اول وصل ثانی یہ تینوں تو جائز ہیں، اور وصل اول فصل ثانی جائز نہیں ((کہ اس سے بسم اللہ کا تعلق اوائل سورۃ سے نہیں، بلکہ ختم سورۃ سے ہوتا ہے جو کہ غلط ہے))۔

فائدہ : امام عاصمؒ کے نزدیک جن کی روایت حفص تمام جہاں ن میں پڑھی جاتی ہے، ان کے ہاں بسم اللہ ہر سورۃ کا جزء ہے، تو اس لحاظ سے جس سورۃ کو قاری بلا بسم اللہ پڑھے گا، تو وہ سورۃ امام عاصمؒ کے نزدیک ناقص (یعنی نامکمل ہوگی) ایسے ہی اگر سارا قرآن پڑھا جائے، تو جتنی سورتوں میں بسم اللہ نہیں پڑھی ہے، اتنی آیتیں قرآن مجید میں کم ہوں گی ((مگر یہ امر ظاہر ہے کہ بسم اللہ کا جزء ہر سورۃ ہونا امر قطعی نہیں، کیونکہ مجتہدین وفقہاء کا اختلاف ہے، احناف جزء قرآن کے قائل ہیں، اور شوافع جزء ہر سورۃ کے قائل، ایسے ہی ابن کثیر مکیؒ، عاصم کوفی ؒ، اور کسائی کوفی ؒ، وغیرہ قرأ مبسملین کی طرف نسبت اعتقاد جزء ہر سورۃ کا ہونا امر ظنی ہے، قطعی نہیں، کیونکہ کتب تجوید وقرأت اور تفسیر میں جن کے مؤلف شافع المذھب ہیں، ان کا قول ہے کہ یہ قرأ جزء ہر سورۃ کے قائل ہیں، اور ان قرأ سے روایت جزئیت ہر سورۃ کے نظر سے نہیں گذری البتہ بسم اللہ پڑھنے کی روایت ان قرأ سے قطعی ہے، اور اعتقاد جزئیت مسئلہ فقہی ہے، علم قرأت سے اس کو اعتقادی حیثیت سے کوئی تعلق نہیں، نیز قرأ مبسملین جو قائل نہیں ہیں، یہ تمام قرأ عشرہ جب سورۃ کے آخر پر وقف کر دیا جائے، اور نئے سانس سے دوسری سورۃ شروع کی جائے، تو بسم اللہ پڑھتے

ہیں، قراء کا اختلاف صرف اور صرف وصلاً بین السورتین ہے۔

فائدہ : ساری دنیا میں زیادہ تر روایت حفصؒ کے پڑھنے کا رواج ہونے کی وجہ اللہ تعالٰی کا فضل اور مقبولیت ہے، ذَالِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ، اسباب کے طور پر زیادہ ممکن ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا امام عاصم کوفی '' کا شاگرد ہونا ہے بلکہ امام اعظمؒ اور امام حفصؒ دونوں ہم سبق بھی ہیں، اس لئے ممکن ہے، کہ احناف میں فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کے ساتھ ساتھ قرأت قرآن میں اپنے امام کے رفیق درس حضرت حفصؒ کی تقلید کی ہو، اور ان کی قرأت کو اختیار کرلیا ہو، اور احناف بھی دنیا میں زیادہ ہے اور پھر حرکات اور نقطے بھی اس کے موافق لگائے گئے ہو، اور شوافع اور دوسرے آئمہ ھدیٰ کے مقلدین نے بھی سہولت کی وجہ سے اسی کو اختیار کرلیا ہو، واللہ اعلم))۔

فائدہ : اگر درمیان قرأت کوئی کلام اجنبی ہوگیا ہو، یعنی جس کا تعلق قرأت قرآن سے نہ ہو، گو کہ سلام کا جواب کسی کو دیا ہو، تو پھر استعاذہ کو دہرانا چاہیے۔

((**فائدہ :** قرآن ختم کرنے کے بعد دوبارہ شروع کرنے اور درمیان تلاوت وقف کی نسبت سے زیادہ سکوت وخاموش رہنے کے بعد استعاذہ کا دہرانا ضروری ہے، بلا وجہ سکوت سے اعراض عن القرأت لازم آتا ہے، ہاں اگر معنٰی کے افہام وتفہیم کی غرض سے یہ سکوت ہو، تو استعاذہ کی ضرورت نہیں))۔

فائدہ : قرأت جہریہ میں استعاذہ جہر کے ساتھ ہونا چاہیئے، اور اگر آہستہ سے یا دل میں استعاذہ کرلیا جائے، تو بھی کوئی حرج نہیں، بعض کا قول ایسا ہی ہے۔

((فائدہ: نماز میں قرأت بالجہر ہو یا بالسّر، استعاذہ آہستہ ہی ہوگا، البتہ غیر نماز میں قرأت کے تابع ہوگا، اس لئے سورۂ نحل کی آیت میں بالجہر یا بالسّر کی کوئی قید نہیں ہے))۔

دوسری فصل (مخارج کے بیان میں)

مخارج حروف کے چودہ ہیں، یہ تعداد فرّاؒ وغیرہ کے قول پر ہے۔

پہلا مخرج: اقصٰی حلق اس سے (الف ، ہمزہ ، ھاء) نکلتے ہیں۔

دوسرا مخرج: وسط حلق، اس سے (عین ، حاء) نکلتے ہیں۔

تیسرا مخرج: ادنٰی حلق، اس سے (غین ، خاء) نکلتے ہیں ((قرّاء نے جوف کو الگ مخرج نہیں مانا، اس لئے الف جو تحقیقی طور پر ہوائی وجوفی حرف ہے اور جوف کی ابتداء بھی مبدء مخارج اقصٰی حلق سے ہوتی ہے، لہٰذا قرّاء نے اسی کو الف کا مخرج قرار دی ہے، جبکہ بعض حضرات مبردؒ وغیرہ الف اور ہمزہ کو ایک ہی حرف کہتے ہیں، مگر جمہور کے نزدیک الف جدا، اور ہمزہ جدا حرف ہے))۔

چوتھا مخرج: اقصٰی لسان اور اس کے مقابل اوپر کا تالو، اس سے ''قاف'' نکلتا ہے۔

پانچواں مخرج: قاف کے مخرج سے ذرا منہ کی طرف ہٹ کر اس سے ''کاف'' نکلتا ہے، ان دونوں حرفوں یعنی قاف اور کاف کو حروف لہویہ کہتے ہیں۔

چھٹا مخرج: وسط لسان اور اس کے مقابل کا تالو اس سے ''جیم، شین اور یاء'' نکلتے ہیں۔

((یاء خواہ مدہ ہو، یا غیر مدہ، قرّاء کے نزدیک اس کا مخرج وسط لسان اور تالو ہی ہے))۔

ساتواں مخرج: حافہ لسان اور اوپر کی داڑھوں کی جڑ، اس سے ''ضاد'' نکلتا ہے۔

آٹھواں مخرج: طرف لسان اور دانتوں کی جڑ، اس سے ''لام، نون اور راء'' نکلتے ہیں

((دانتوں کی جڑ سے مراد ثنایا، رباعی، اور ضواحک ہیں، فرّا نے ان تینوں کا مخرج قرب کی وجہ سے ایک ہی کہا ہے))۔

نواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کی جڑ، اس سے ''طاء، دال اور تاء'' نکلتے ہیں۔

دسواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا علیا کا کنارہ، اس سے ''ظاء، ذال اور ثاء'' نکلتے ہیں

گیارھواں مخرج: نوک زبان اور ثنایا سفلی کا کنارہ مع اتصال ثنایا علیا کے اس سے ''صاد، زاء اور سین'' نکلتے ہیں۔

بارھواں مخرج: نیچے کا لب اور ثنایا علیا کا کنارہ، اس سے ''فاء'' نکلتا ہیں۔

تیرھواں مخرج: دونوں لب، اس سے ''باء، میم، اور واؤ'' نکلتے ہیں۔

((واؤ مدہ غیر مدہ دونوں کا مخرج امام فرّا نے شفتین ہی کہا ہے، جوف کو الگ مخرج تسلیم نہیں کیا گیا

چودھواں مخرج: خیشوم، اس سے ''غنہ'' نکلتا ہے، مراد اس سے نون مخفاۃ و مدغم بادغام ناقص ہے ((یعنی وہ نون ساکن وتنوین جس میں اخفاء یا ادغام ناقص کیا جاتا ہے، اس میں نون کے اصل مخرج طرف لسان اور دانتوں کی جڑ کو کامل دخل نہیں ہوتا، اور خیشوم سے صرف غنہ ایک الف کی مقدار اداء کیا جاتا ہے، چونکہ ان حالتوں میں ذات پر صفت کا غلبہ ہوتا ہے، اس لئے یوں کہا جاتا ہے، کہ خیشوم سے غنہ نکلتا ہے، حالانکہ مخرج حرف کا بیان کیا جاتا ہے، اور غنہ صفت ہے، اس کے

برعکس غنہ نون مقلوبہ نون میم مشددتین اور میم مخفاۃ میں بھی ہوتا ہے، نیز نون مظہرہ میں بھی آنی غنہ ہوتا ہے، مگر ان حالتوں میں حرف کی ذات یعنی مخرج اصلی کو پورا دخل ہوتا ہے، غنہ صرف بطور صفت اداء ہوتا ہے، جبکہ اخفاء والے نون میں ذات غائب ہونے کے درجے میں ہوکر غنہ بمنزلہ ذات ہوجاتا ہے، اور نون کے ادغام ناقص میں بھی زبان نون کے مخرج پرنہیں لگتی، صرف غنہ باقی رہتا ہے، اس لئے اسے بھی نون مخفاۃ کے ساتھ شامل کیا گیا ہے، واللہ اعلم))۔

فائدہ : ((یہ چودہ مخارج جو اس کتاب میں بیان ہوئے ہیں)) یہ مذہب فرّاء کا ہے اور سیبویہؒ کے نزدیک سولہ مخارج ہیں، انہوں نے لام کا مخرج حافۂ لسان ((یعنی ادنٰی حافہ مع طرف لسان اور ضواحک انیاب رباعی ثنایا کی جڑ بیان کیا ہے)) اس کے بعد نون کا مخرج کہا ہے ((یعنی طرف لسان اور انیاب، رباعی، ثنایا کی جڑیں)) اور اس کے بعد راء کا مخرج بیان کیا ہے، اور خلیلؒ کے نزدیک سترہ مخارج ہیں، انہوں نے سیبویہ کی طرح لام، نون، راء کا مخرج جدا جدا رکھا ہے۔

اور حروف علت یعنی الف، واؤ، یاء جب مدہ ہو، تو ان کا مخرج جوف کہا ہے۔

((**فائدہ :** فرّا، سیبویہ، خلیل بن احمد یہ تینوں حضرات آئمہ تجوید ونحو ہیں، ان حضرات کی کاوشوں اور محنت کی بدولت حروف قرآنیہ کی صحیح اداء اور تلفظ محفوظ رہے، **فجزاهم الله احسن الجزاء توضیحات**))۔

فائدہ : یہ اختلاف چودہ، سولہ اور سترہ کا حقیقی اختلاف نہیں، بلکہ اعتباری ہے ((کہ حرف کی اداء پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑھتا)) اس لئے کہ فرّا نے لام، نون، راء میں قرب کا لحاظ اور اعتبار کرکے تینوں کا مخرج ایک کہہ دیا، جبکہ سیبویہؒ اور خلیلؒ نے قرب کا لحاظ واعتبار نہ کرتے ہوئے ہر

ایک کا مخرج الگ الگ بیان کیا ہے، جیسا کہ محققین کا قول ہے، کہ ہر حرف کا مخرج علیحدہ ہے مگر نہایت قرب کی وجہ سے الگ الگ بیان کرنا مشکل ہے، اس لئے ایک شمار کیا جاتا ہے۔

((لام، نون، راء کا مخرج خلیل وسیبویہ نے جدا جدا بیان کرنا آسان سمجھا، تو جدا بیان کردیا، اور فرّا نے قرب کی وجہ سے جدا بیان کرنا مشکل سمجھا، تو ایک کہہ دیا))۔

علی ھذا القیاس حروف مدہ کا مخرج خلیل نے جوف کہا ہے، جبکہ فرّاء اور سیبویہ نے مدہ اور غیر مدہ کا ایک ہی مخرج کہا ہے، مخرج جوف زائد نہیں کیا، اس میں تحقیق یہ ہے، کہ الف بالکل ہوائی حرف ہے، اس میں اعتماد صوت کسی جزو معین پر نہیں ہوتا ((یعنی آواز مخرج محقق پر نہیں رُکتی، بلکہ ہوا پر ختم ہوجاتی ہے))اس لئے فرّاء اور سیبویہ نے مبدء مخارج اقصٰی حلق اس کا مخرج کہا ہے، کہ جوف کی ابتداء بھی وہیں سے ہوتی ہے، اور واؤ اور یاء جب مدہ ہو تو اس وقت اعتماد صوت کا لسان شفتین پر نہایت ضعیف ہوتا ہے، مگر ہوتا ضرور ہے ((اگر غور تامل کیا جائے تو آواز کے ضعف کے ساتھ مخرج پر رکنے کا احساس ضرور ہوتا ہے)) تو فرّاء اور سیبویہ نے اس اعتماد ضعیف کی وجہ سے اور اس کا اعتبار کرتے ہوئے مدہ اور غیر مدہ کے مخرج میں فرق نہیں کیا، اور جدا مخرج جوف کے اضافہ کی حاجت نہیں سمجھی، جبکہ خلیلؒ نے ضعف وقوت کا لحاظ کرکے ایک مخرج جوف زائد کیا ہے ((یعنی ضعیف اعتماد صوت کا اعتبار نہیں کیا، اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دی، لہٰذا الگ مخرج جوف کا اضافہ کیا ہے۔ ((ضعف وقوت کا فرق، قُوْلُوْا ، اور قَوْلُ اور فِيْهِ ، بَيْعٌ یاء مدہ ولین کے تلفظ میں غور کرنے سے واضح ہوسکتا ہے۔ توضیحات))۔

تیسری فصل (صفات کے بیان میں)

جھر: جہر کے معنٰی شدت یعنی قوت اور زور سے پڑھنے کے ہیں، اور اس کی ضد ہے ھمس یعنی نرمی، ضعف اور پستی کے ساتھ پڑھنا، اور اس کے دس حروف ہیں، جن کا مجموعہ **فحثه شخص سکت** ہے، ان حروف کے ماسوا باقی سب مجہورہ ہیں۔

شدت: شدت کے معنی سختی اور قوت کے ہیں، اور شدیدہ کے آٹھ حروف ہیں، جن کا مجموعہ **اجد قط بکت** ہے، ان کے سکون کے وقت آواز رک جاتی ہے، ((یعنی شدت کی وجہ سے ان حروف میں جو آواز بند ہو جاتی ہے، اس واضح احساس سکون کے وقت ہوتا ہے جیسے **مَأْكُوْل** کے ہمزہ میں))۔

توسط: پانچ حروف متوسطہ ہیں، جن کا مجموعہ لِنْ عُمَرْ ہے، ان میں بالکل ((یعنی پوری طرح)) آواز بند نہیں ہوتی، بلکہ کچھ جاری رہتی ہے، باقی حروف ماسوا شدیدہ اور متوسطہ کے سب رخوہ ہیں۔

رخاوت: رخوہ حروف کی آواز جاری ہوسکتی ہے ((یعنی جتنی آواز رخوت کے اثر سے جاری ہوتی ہے، اس سے زیادہ بھی جاری ہوسکتی ہے، جیسے مَنْفُوْش کی شین وغیرہ))۔

استعلاء: **خص ضغط قظ**، یہ حروف متصف ہے، ساتھ استعلاء کے یعنی ان کو اداء کرتے وقت اکثر حصہ زبان کی جڑ کا تالو کی طرف بلند ہو جاتا ہے، اور یہ پُر پڑھے جاتے ہیں ان کے سوا باقی سب حروف استفال کے ساتھ متصف ہیں۔

استفال: مستفلہ حروف کے اداء کرتے وقت اکثر حصہ زبان کا بلند نہ ہوگا، جس کی وجہ سے یہ حروف باریک پڑھے جاتے ہیں۔

اطباق: **صط ضظ** ، یہ حروف متصف ہیں ساتھ اطباق کے، یعنی ان کے اداء کرتے وقت اکثر حصہ زبان کے درمیان کا تالو سے مل جاتا ہے، اور چونکہ ان میں صفت استعلاء بھی ہے جس کی وجہ سے ان میں زبان کی جڑ کا حصہ بھی تالو کی طرف بلند ہوجاتا ہے، اور یہ حروف خوب پُر پڑھے جاتے ہیں، یعنی ان میں دو درجے کی تفخیم ہوتی ہے، استعلاء کی وجہ سے بھی اور اطباق کی وجہ سے بھی۔

انفتاح: مطبقہ کے ان چار حرفوں کے سوا باقی حروف انفتاح سے متصف ہیں، یعنی ان کے اداء کرتے وقت اکثر زبان تالو سے ملتی ہیں ((البتہ استعلاء کے خاء، غین، قاف، ان تین حروف میں صرف زبان کی جڑ تالو کی طرف اُٹھتی ہے، اور بیچ جدا رہتا ہے، اس لئے ان میں ایک درجے کی تفخیم ہے، اطباق کو استعلاء لازم ہے، اور انفتاح کو استفال لازم نہیں، جبکہ استعلاء اور انفتاح جمع ہوسکتی ہیں، اور استفال واطباق جمع نہیں ہوسکتیں، اس لئے ان صفات کے اعتبار سے حروف کی تین قسمیں ہیں، مستعلیہ، مطبقہ، **صاد، ضاد، طاء ظاء** ۔ مستعلیہ منفتحہ **خاء، غین، قاف** مستفلہ منفتحہ باقی سب حروف، البتہ ان میں سے تین حروف **الف، لام، راء**، شبہ مستعلیہ کہلاتے ہیں، کہ ان مستفلہ حروف میں بعض حالتوں میں صفت استعلاء عارض ہوجاتی ہے، اور یہ پُر پڑھے جاتے ہیں)) یہ صفات جو ذکر کی گئی ہیں، متضادہ ہیں، جہر کی ضد ہمس اور رخوت کی ضد شدت ہے، اور استعلاء کی ضد استفال، اور اطباق کی ضد انفتاح ہے، تو ہر حرف چار صفتوں

کے ساتھ ضرور متصف ہوتا ہے ،باقی صفات غیر متضادہ ہیں ،کہ ان کی ضد نہیں ہے ،ان چار جوڑوں میں سے ہر حرف میں ایک صفت ضرور پائی جاتی ہے۔

صفات غیر متضادہ

قلقلہ : قلقلہ کے پانچ حروف ہیں، جن کا مجموعہ **قطب جد** ہے، مگر قاف میں قلقلہ واجب ((یعنی اکمل)) ہے، اور باقی چار حروف میں جائز ((یعنی کامل)) ہے، قلقلہ کے معنیٰ مخرج میں جنبش دینا سختی کے ساتھ۔

((**فائدہ:** صاحب رعایہ قلقلہ کی بابت فرماتے ہیں، **قَلْقَلَةُ الْقَافِ اَکْمَلُ مِنْ قَلْقَلَةِ غَيْرِهٖ لِشِدَّةِ ضَغْطِهٖ** ،ان حروف کی ادائیگی کے وقت الصاق عضوین سختی سے ہوتا ہے، بسبب مجہورہ شدیدہ ہونے کے، تو آواز کو مخرج میں دوسرے حروف کی طرح قرار نہیں ہوتا بلکہ جنبش پیدا ہو جاتی ہے، اور قاف کا مخرج چونکہ بالکل مقابل میں زبان کی جڑ اور تالو ہے، تو اس میں دوسرے مقلقل حروف کی نسبت آواز زیادہ قوت سے مخرج پر رکتی ہے لھذا قاف کا قلقلہ بھی دوسرے حروف کی نسبت زیادہ اور اکمل ہوتا ہے جبکہ دوسرے حروف کا مخرج محاذات میں ہے ،اور ان میں اعتماد صوت اتنی قوت سے نہیں ہوتا اس لئے ان میں قلقلہ کامل اور قاف کے مقابلہ میں کم ہے))۔

تکرار : راء میں صفت تکرار ہے ((یعنی رعشہ اور لرزہ کی استعداد ہے)) مگر اس سے جہاں تک ممکن ہو، احتراز کرنا چاہیئے ((یعنی حقیقتاً تکرار اور زبان کے مخرج پر بار بار لگنے سے بچنا چاہیئے البتہ محسوس ایسا ہو، کہ تکرار ہوا ہے یعنی تکرار کی مشابہت پائی جائے مگر حقیقی تکرار نہ ہو جو ممنوع ہے))

صفیر : صاد، زاء، سین، حروف صفیریہ کہلاتے ہیں ((کہ ان میں ایک تیز آواز سیٹی کی آواز کی طرح نکلتی ہے))۔

تفشی : شین میں صفت تفشی ہے، کہ اس کے اداء میں منہ میں صوت پھیلتی ہے۔

غُنہ: نون، میم میں ایک صفت یہ بھی ہے کہ ناک میں آواز جاتی ہے، جیسے غنہ کہتے ہیں اور کسی حرف میں یہ صفت نہیں۔

((**فائدہ :** صفات لازمہ ان کے علاوہ بھی ہیں جو دوسری کتب میں بیان کی گئی ہیں، اکثر مصنفین بعض صفات کو شہرت کی وجہ سے اور بعض کے زیادہ واضح نہ ہونے کی وجہ سے بیان نہیں کرتے))۔

صفات قویہ وضعیفہ : اوران صفات متضادہ میں سے چار صفتیں یعنی جہر شدت استعلاء اطباق قویہ ہیں، باقی ضعیف ہیں، اور صفات غیر متضادہ سب قویہ ہیں، تو ہر حرف میں جتنی صفتیں قوت کی ہوں گی، اتنا ہی حرف قوی ہوگا، اور جتنی صفتیں ضعف کی ہوں گی اتنا ہی حرف ضعیف ہوگا

32781

حروف کی باعتبار قوت وضعف پانچ قسمیں ہیں

جدول پانچ اقسام

اضعف حروف	ضعیف حروف	متوسط حروف	قوی حروف	اقوی حروف
ث، ح، ن	س، ش، ل	ز، ت، خ، ذ	ج، د، ص	ط، ض، ظ
م، ف، ھ	و، ی	ع، ک، ء، ا	غ، ر، ب	ق
فحثه من	ليس شو	عكازتأخذ	صغبرجد	طضظق

((**فائدہ :** قوت وضعف کے اعتبار سے حروف کی جو تقسیم کی گئی ہے وہ ان صفات کو بھی سامنے رکھ کر کی گئی ہے، جو یہاں فوائد مکیہ میں بیان نہیں ہوئیں، طلباء اگر ان تمام صفات کو سامنے رکھ کر غور کریں گے، تو اس کا ایک فائدہ تو یہ ہوگا، کہ صفات میں مہارت پیدا ہوگی، اور دوسرا یہ کہ ان حروف کے قوی ضعیف ہونے میں اشکال پیدا نہیں ہوگا، نیز طلباء کو یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ صفات قویہ میں بلحاظ قوت مراتب ہیں، یعنی بعض صفات بعض سے قوی تر ہیں، چنانچہ سب سے قوی قلقلہ ہے، اس کے بعد شدت، اس کے بعد جہر، اس کے بعد اطباق، اور پھر استعلاء کا درجہ ہے، فوائد مکیہ کے حاشیہ استاذی حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب نوراللہ مرقدہ توضیحات مرضیہ میں اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے، اور ہر حرف کی صفات قویہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے، طلباء ضرور مطالعہ فرمائیں۔ (ناشر)

علاوہ ازیں بعض صفات بعض حروف میں زیادہ درجہ میں پائی جاتی ہیں، اور بعض کم درجہ میں، اہل

لسان اس فرق کو زیادہ سمجھ سکتے ہیں))۔

فائدہ : ہمزہ میں شدت کی وجہ سے کسی قدر سختی ہے، مگر نہ اس قدر کہ ناف ہل جائے، ناف سے حروف کو کچھ علاقہ ہی نہیں کہ مخارج کی ابتداء اقصیٰ حلق سے ہوتی ہے، اس کے نیچے کوئی مخرج نہیں، اور بعض لوگ ناسمجھی سے جو ناف پر زور لگاتے ہیں تو بہت ہی معیوب ہے۔

فائدہ : فاء اور ھاء یہ دونوں اضعف الحروف ہیں، نہایت ہی نرمی سے اداء ہونے چاہئیں ((ان کے ضعیف اور نرم اداء کرنے میں بعض لوگ فاء کو مثل واؤ کے اور ھاء کو مثل ہمزہ مسہلہ (تسہیل والا) کے اداء کرتے ہیں، یہ مبالغہ غلط ہے۔ (تعلیقات مالکیہ)

فائدہ : عین، حاء کے اداء کرتے وقت گلا نہ گھونٹا جائے، بلکہ وسط حلق سے نہایت لطافت سے بلاتکلف نکالنا چاہئے ((خصوصا سکون اور تشدید میں ایسا اکثر ہوتا ہے، جو معیوب ہے، اور آواز بھی اس سے کریہہ ہو جاتی ہے۔

فائدہ : عین ممکن ہے کہ قوت وضعف میں کسی قدر صفات لازمہ کی طرح ذوات حروف یعنی مخارج بھی دخیل ہوں، بہر حال حروف کی یہ تقسیم نہایت القول المفید، خلاصۃ البیان اور دیگر کتب میں بھی یہی ہے، اگر کسی کو سمجھ نہ آئے اور مصنفؒ کے بیان کردہ اصول کے اگرچہ بعض حروف خلاف بھی نظر آئیں، تو اپنے فہم ہی کا قصور سمجھا جائے۔ از توضیحات))

چوتھی فصل (ہر حرف کی صفات لازمہ کے بیان میں)

نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفات لازمہ	نمبر شمار	اشکال حروف	اسمائے صفات لازمہ
۱	ا	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، مدہ، مفخم یا مرقق	۱۶	ط	مجہور، شدید، مستعلی، مطبق، مقلقل، مفخم
۲	ب	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ	۱۷	ظ	مجہور، رخو، مستعلی، مطبق، مفخم
۳	ت	مہموس، شدید، مستفل، منفتح	۱۸	ع	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح
۴	ث	مہموس، رخو، مستفل، منفتح	۱۹	غ	مجہور، رخو، مستعلی، منفتح، مفخم،
۵	ج	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، قلقلہ	۲۰	ف	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
۶	ح	مہموس، رخو، مستفل، منفتح	۲۱	ق	مجہور، شدید، مستعلی، منفتح، مقلقل، مفخم
۷	خ	مہموس، رخو، مستعلی، منفتح، مفخم	۲۲	ک	مہموس، شدید، مستفل، منفتح
۸	د	مجہور، شدید، مستفل، منفتح، مقلقل	۲۳	ل	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، مرقق یا مفخم
۹	ذ	مجہور، رخو، مستفل، منفتح	۲۴	م	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنہ
۱۰	ر	مجہور، متوسط، منفتح، تکرار، مفخم یا مرقق	۲۵	ن	مجہور، متوسط، مستفل، منفتح، غنہ
۱۱	ز	مجہور، رخو، مستفل، منفتح، صفیر	۲۶	و	مجہور، رخو، مستفل، منفتح،
۱۲	س	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، صفیر	۲۷	ھ	مہموس، رخو، مستفل، منفتح
۱۳	ش	مہموس، رخو، مستفل، منفتح، تفشی	۲۸	ء	مجہور، شدید، مستفل، منفتح
۱۴	ص	مہموس، رخو، مستعلی، مطبق، صفیر، مفخم	۲۹	ی	مجہور، رخو، مستفل، منفتح
۱۵	ض	مجہور، رخو، مستعلی، مطبق، مستطیل، مفخم			

((فائدہ: الف ہر حال میں مدہ ہی ہوتا ہے، جبکہ واؤ اور یاء کبھی مدہ ہوتے ہیں، اور کبھی

غیر مدہ، اس لئے الف کے ساتھ جدول میں مدہ لکھا ہے، مگر واؤ یاء کے ساتھ نہیں لکھا۔ حروف مستعلیہ کے ساتھ مفخم لکھا ہے، کہ ان کی تفخیم مستقل ودائی ہے، جبکہ الف، لام، راء بعض حالتوں میں پُر اور بعض حالتوں میں باریک ہوتے ہیں، اس لئے انہیں مفخم یا مرقق لکھا ہے))۔

پانچویں فصل (صفات ممیّزہ کے بیان میں)

حروف اگر صفات لازمہ میں مشترک ہوں تو مخرج سے ممتاز ہوتے ہیں اور اگر مخرج میں متحد ہوں تو صفت لازمہ منفردہ ((جو حروف متجانسین میں سے ایک میں ہو، اور دوسرے میں نہ ہو)) سے ممتاز اور جدا ہوتے ہیں ((جیسے عین اور حاء کہ یہ مخرج میں متحد اور متجانس ہیں، اور بعض صفات لازمہ میں بھی مشترک ہیں، البتہ عین میں جہر اور توسط لازمہ منفردہ ممیّز ہیں، اور حاء میں ہمس اور رخاوت منفرد ممیز ہیں)) جن حرفوں میں تمایز بالمخرج ہے، ان کے بیان کرنے کی حاجت نہیں، کہ مخرج کا الگ الگ ہونا آسانی سے معلوم ہو جاتا ہے، البتہ متحدہ فی المخرج کے بیان کرنے کی ضرورت ہے ((اس لئے کہ ان میں لامحالہ تمایز بالصفت ہی ہوگا، اور یہ غور کرنے کے بعد ہی معلوم ہوگا، کہ ایک مخرج کے دو حرفوں میں کن کن صفتوں کی وجہ سے جدائی ہے چنانچہ حروف متحدہ فی المخرج اور مختلف الصفات کی بحث میں شہرت کی وجہ سے یا غیر واضح ہونے کی وجہ سے جن صفات کو بیان نہیں کیا گیا، بعض حروف میں ان کو بھی ذکر کیا جائے گا، نیز کہیں تو تمایز وجدائی والی صفات کا ذکر کیا جائے گا، اور باقی صفات جو اتحاد والی ہیں ان کو چھوڑ دیا جائے گا، اور کہیں اتحاد والی یعنی مشترکہ صفات کو بیان کیا جائے گا، اور باقی میں تمایز سمجھا جائے۔ فافہم وتامل))

حروف متجانسین میں تمایز بالصفات، اقصٰی حلق کے حروف

(۱) الف، ہمزہ، ھاء میں الف ممتاز ہے، مدیت یعنی صفت مد میں، ہمزہ ممتاز ہے حاء سے جہر اور شدت میں، باقی صفات میں یہ دونوں متحد ہیں۔

(۲) عین، حاء۔ حاء میں ہمس ورخاوت ہے، عین میں جہر وتوسط، باقی میں اتحاد ہے۔

(۳) ادنٰی حلق کے حروف: غین، خاء۔ غین میں جہر ہے، اور باقی میں اتحاد ہے، قاف اور کاف میں تمایز بالمخرج واضح ہے۔

(۴) وسط لسان کے حروف شجریہ: جیم، شین، یاء۔ جیم میں شدت ہے، شین میں ہمس وتفشی ہے، باقی استفال انفتاح میں تینوں مشترک ہیں، اور جہر میں جیم، یاء، اور رخاوت میں شین، یاء مشترک ہیں، نیز یاء میں مد اور لین ہیں۔

(۵) حروف نطعیہ: طاء، دال، تاء۔ تینوں کا شدت میں اشتراک ہے، اور طاء دال جہر میں بھی مشترک ہیں، اور تاء، دال استفال وانفتاح میں بھی مشترک ہیں، طاء میں استعلاء واطباق ممیزہ منفردہ ہے، اور تاء میں ہمس ہے۔

(۶) حروف لثویہ: ظاء، ذال، ثاء۔ تینوں کا رخاوت میں اشتراک ہے، اور ظاء، ذال جہر میں اور ذال، ثاء استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، اور ظاء میں ممیزہ صفت استعلاء واطباق ہے، اور ذال وثاء میں صفت ممیزہ جہر وہمس ہے، یعنی ذال میں جہر ہے اور ثاء میں اس کی ضد ہمس ہے

(۷) حروف صفیریہ: صاد، زاء سین۔ رخاوت وصفیر میں تینوں مشترک ہیں، اور صاد، سین

ہمس اورزاء، سین استفال وانفتاح میں مشترک ہیں، صاد میں صفت ممیزہ استعلاء واطباق ہے اور زاء، سین میں جہر وہمس، اورزاء میں جہر ہے، اورسین میں اس کی ضد ہمس ممیز ہے۔

(۸) **حروف طرفیہ وذلقیہ:** لام نون راء، جہر، توسط، استفال، انفتاح میں مشترک ہیں، اور لام، راء، انحراف میں مشترک ہیں، اوران میں تمایز حقیقتاً مخرج سے ہے، اسی واسطے سیبویہؒ اور خلیلؒ نے ان کا مخرج الگ ترتیب وار رکھا ہے، اور فراءؒ نے قرب کا لحاظ کرکے ایک مخرج بیان کیا ہے، دوسرے یہ کہ نون میں غنہ ہے۔

(۹) **حروف شفویہ:** واؤ، باء، میم، جہر، استفال، انفتاح میں مشترک ہیں، اور واؤ کے اداء کرتے وقت کسی قدر شفتین میں انفتاح رہتا ہے، یعنی انضمام شفتین کہ ہونٹ گول ہوجاتے ہیں اس وجہ سے اپنے مجانسوں سے ممتاز ہوجاتا ہے، گویا اس میں بھی تمایز بالمخرج ہے، اور باء میں شدت اور قلقلہ، اورمیم میں توسط اور غنہ ممیزہ ہیں۔

فائدہ: ضاد اور ظاء میں جہر، رخاوت، استعلاء، اطباق صفات مشترکہ ہیں، اور ضاد میں استطالت ہے، اور ممیز مخرج ہے، یعنی صرف استطالت ہی کی وجہ سے امتیاز نہیں، بلکہ زیادہ تر دخل جدائی میں مخرج کا ہے، مگر اشتراک صفات ذاتیہ لازمہ کی وجہ سے فرق کرنا اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنا ماہرین کا کام ہے ((کہ ان کی آوازیں ایک دوسرے کے مشابہ ہیں، اوراس مشابہت کی وجہ سے ایک کودوسرے سے ممتاز کرکے پڑھنا ظاہر ہے، بغیر کامل مشق کے نہیں ہوسکتا ،تو ایسے کامل مشاق)) اور ماہر کے فرق کو بھی ماہر ہی خوب سمجھتا ہے۔

دوسرا باب

صفات عارضہ، تفخیم، ترقیق، ادغام، اقلاب، اخفاء، غنہ زمانی، صلہ، تسہیل، ابدال، حذف، اور مد فرعی وغیرہ

پہلی فصل: تفخیم اور ترقیق کے بیان میں

حروف مستعلیہ ہمیشہ ہر حال میں پُر پڑھے جائیں گے، اس لئے کہ ان کی تفخیم مستقل اور دائمی ہے یعنی اگر یہ مفتوح، مضموم، مکسور یا ساکن ہوں، پُر ہی پڑھے جاتے ہیں، اور حروف مستفلہ سب باریک پڑھے جاتے ہیں، مگر الف اور اللہ کا لام اور راء کہیں باریک اور کہیں پُر ہوتے ہیں۔

الف کی تفخیم وترقیق: الف کے پہلے اگر پُر حرف ہوگا، تو الف بھی پُر ہوگا، اور اس سے پہلے کا حرف باریک ہوگا، تو الف بھی باریک ہوگا، الف اداء میں بھی ماقبل کے تابع ہے، لہٰذا تفخیم وترقیق میں بھی ماقبل ہی کے تابع ہے۔

اسم اللہ کے لام کی تفخیم وترقیق: اور اللہ کے لام کے پہلے زبر یا پیش ہو، تو پُر ہوگا، جیسے وَاللّٰهُ، رَفَعَهُ اللّٰهُ، مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ، اور اگر اس کے پہلے زیر ہو تو باریک ہوگا، مثل لِلّٰهِ اسم اللہ کی تفخیم اسم جلالہ کی تعظیم کی وجہ سے ہے، اور فتحہ وضمہ میں تفخیم کی مناسبت پائی جاتی ہے، جبکہ کسرہ میں انخفاض کی وجہ سے مناسبت نہیں ہوتی۔

صفات لازمہ وعارضہ کا تقابلی جائزہ

صفات عارضہ	صفات لازمہ

((ا) صفات لازمہ کی غلطی لحن جلی میں داخل ہے (ا) صفات عارضہ کی غلطی لحن خفی میں داخل ہے (۲) صفات لازمہ سبب کی محتاج نہیں (۲) صفات عارضہ سبب کی محتاج ہیں (۳) صفات لازمہ سب حرفوں میں پائی جاتی ہیں (۳) صفات عارضہ بعض حرفوں میں پائی جاتی ہے))۔

راء کی تفخیم وترقیق: راء متحرک ہوگی یا ساکن، اگر متحرک ہے، تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی مثل رَعْدٌ، رُزِقُوا، رِزْقًا اور اگر راء ساکن ماقبل متحرک ہے، تو فتحہ اور ضمہ کی حالت میں پُر ہوگی اور کسرہ کی حالت میں باریک ہوگی، مثل یُرْزَقُوْنَ، بَرْقٌ کی راء اور شِرْعَةً کی راء باریک ہے، مگر جب راء ساکن کے ماقبل کسرہ دوسرے کلمہ میں ہو جیسے رَبِّ ارْجِعُوْنِ یا کسرہ عارضی ہو، مثل اَمِ ارْتَابُوْا، اِنِ ارْتَبْتُمْ، یا راء ساکن کے بعد حرف استعلاء کا اسی کلمہ میں ہو، جس کلمہ میں راء ہے، تو یہ راء باریک نہ ہوگی، بلکہ پُر ہوگی مثل قِرْطَاسٍ، فِرْقَةٍ۔ اور فِرْقٍ میں خلف ہے، اور اگر راء موقوفہ بالاسکان یا بالاشمام کے ماقبل سوائے یاء کے اور کوئی حرف ساکن ہو تو اس کا ماقبل دیکھا جائے گا، اگر مفتوح یا مضموم ہے، تو راء پُر ہوگی مثل قَدْرِ، اُمُوْرُ اور اگر مکسور ہے، تو راء باریک ہوگی، مثل حِجْرٍ کے اور اگر ماقبل ساکن یاء ہو تو راء باریک ہوگی، جیسے خَیْرٌ ضَیْرٌ خَبِیْرٌ، قَدِیْرٌ راء مرامہ یعنی موقوفہ بالروم اپنی حرکت کے موافق پڑھی جائے گی اور راء ممالہ باریک ہی پڑھی جائے گی مثل مَجْرِیهَا۔

((فـائده: راء ساکن اور اس کا ماقبل بھی ساکن صرف وقف ہی میں ممکن ہے، وصلاً ایسا ممکن

نہیں اور وقف بالاسکان اور بالاشمام میں راء بالکل ساکن ہوتی ہے، لھذا اس کے ماقبل کا اعتبار کیا جاتا ہے، اور موقوفہ بالروم میں راء کی حرکت خفیف سی اداء ہوتی ہے، اس لئے اگر مضموم ہوگی تو پُر، اور مکسور ہوگی تو باریک پڑھی جاتی ہے، اور روم کے ساتھ وقف صرف پیش اور زیر ہی میں ہوتا ہے زبر میں نہیں))۔

فائدہ : راء مشدد حکم میں ایک راء کے ہوتی ہے، جیسی حرکت ہوگی، اسی کے موافق پڑھی جائے گی، پہلی دوسری کے تابع ہوگی ((مشدد حرف اگرچہ دو حرفوں سے مرکب ہوتا ہے، مگر ساکن حرف کے اداء ہونے کے بعد عضو مخرج سے الگ نہیں ہوتا، بلکہ متحرک حصہ کے اداء ہونے کے بعد ہی جدا ہوتا ہے، لھذا عضو کے ایک ہی بار کام کرنے کی وجہ سے دوسرے حصہ متحرک کے تابع ہی حرف کو پُر یا باریک پڑھا جاتا ہے، جیسے بَرٌّ ، مُسْتَقَرٌّ میں پُر اور مِنْ شَرٍّ میں باریک مگر وقف کی صورت میں دوسری ساکن ہوجاتی ہے لھذا ماقبل کی حرکت کے تابع ہوکر اَلْبِرُّ اور مُسْتَقِرٌّ میں باریک اور مِنْ شَرٍّ میں پُر ہوگی، مگر روم کے ساتھ وقف کرنے کی صورت میں راء مشددہ کی حرکت ہی کا اعتبار ہوگا))۔

فائدہ : حروف مفخمہ میں تفخیم ایسی افراط سے نہ کی جائے کہ وہ حرف مشدد سنائی دے، یا کسرہ مشابہ فتحہ یا فتحہ مشابہ ضمہ کے یا مفخم حرف کے بعد الف ہے، تو وہ واؤ کی طرح ہوجائے۔

مراتب تفخیم : تفخیم میں مراتب ہیں (۱) حرف مفخم مفتوح جس کے بعد الف ہو، تو اس کی تفخیم اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے، مثل طَالَ (۲) اس کے بعد صرف مفتوح کہ جس کے بعد الف نہ ہو، جیسے اِنْطَلِقُوْا (۳) اس کے بعد مضموم مثل مُحِيْطٌ (۴) اس کے بعد مکسور، مثل ظِلٌّ

قِرْطَاسٍ (۵) اور ساکن مفخم ماقبل کی حرکت کے تابع ہے، مثل یَقْطَعُوْنَ، یُرْزَقُوْنَ، مِرْصَادًا

اب معلوم ہوا کہ حرف مفخم کے فتحہ کو مانند ضمہ کے اور اس کے بعد الف کو مانند واؤ کے پڑھنا بالکل خلاف اصل ہے، جیسے اَلصِّرَاطَ اور وَلَا الضَّآلِّیْنَ میں بعض لوگ ہونٹ گول کر کے واؤ کی بو پیدا کرتے ہیں، ایسا ہی حرف مرقق کے فتحہ کو اس قدر مرقق کرنا کہ مانند امالہ صغریٰ کے ہو جائے، یہ خلاف قاعدہ ہے، یہ افراط وتفریط کلام عرب میں نہیں، یہ اہل عجم کا طریقہ ہے۔

((**فائدہ**: فتحہ کی ادائیگی میں انفتاح فم کی وجہ سے خاص قسم کی وسعت ہوتی ہے، اس وجہ سے اس کی تفخیم زیادہ ہوتی ہے، اور ضمہ میں انضمام شفتین کی وجہ سے یہ وسعت قدر کم ہوتی ہے، اور کسرہ میں انخفاض کی وجہ سے آواز نیچے کو دبی ہوتی ہے، اس لئے مکسور کی تفخیم سب سے کم ہوتی ہے۔

فائدہ: امالہ، زبر کو زیر کی طرف اور الف کو یاء کی طرف جھکا کر کے پڑھنے کو کہتے ہیں، جیسے مَجْرٖهَا کو مَجْرِیهَا، اگر میلان الف وزبر کی طرف زیادہ ہو، تو امالہ صغریٰ اور بین بین یا تقلیل کہتے ہیں، اور اگر میلان زیر ویاء کی طرف زیادہ ہو، تو امالہ کبریٰ اور اضجاع کہتے ہیں۔

فائدہ: حروف مفخمہ میں مبالغہ کی صورتیں افراط ہیں، اور حروف مرققہ میں مبالغہ کی صورتیں تفریط ہیں))۔

دوسری فصل (نون ساکن وتنوین کے بیان میں)

نون ساکن اور تنوین کے چار حال یعنی احکام ہیں

(۱)اظہار (۲)ادغام (۳)قلب (۴)اخفاء

(۱)اظہار حلقی : حروف حلقی نون ساکن اور تنوین کے بعد آوے، تو اظہار ہوتا ہے مثل یَنْعِقُ ،عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

(۲)نون ساکن وتنوین کا ادغام : اور جب نون ساکن وتنوین کے بعد یرملون کے حروف میں سے کوئی حرف آئے تو ادغام ہوگا، مگر لا، راء میں ادغام بلاغنہ ہوگا، اور ادغام مع الغنہ بھی نون ساکن اور تنوین میں ثابت ہے، مگر نون ساکن میں یہ شرط ہے، کہ مقطوع یعنی مرسوم ہو اور اگر موصول ہے، یعنی مرسوم نہیں ہے تو غنہ جائز نہیں ((جیسے اَنْ لَّا اِلَّا کہ پہلی مثال میں مقطوع ومرسوم ہے اور دوسری مثال میں موصول اور غیر مرسوم ہے، پہلی مثال میں تو مع الغنہ جائز ہے، اور دوسری مثال میں بلاغنہ ہی ضروری ہے)) باقی حروف یَنْمُوْا میں بالغنہ ہوگا، مثل مَنْ یَّقُوْلُ ،مِنْ وَّالٍ ،اَنْدَادًا یُّحِبُّوْنَ ،مِنْ مَّاءٍ ،مِنْ نَّاصِرِیْنَ اور بلاغنہ کی مثال ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ،مِنْ رَّبِّهِمْ۔

اظہار مطلق : چار لفظ یعنی دُنْیَا ،قِنْوَانٌ ،بُنْیَانٌ ،صِنْوَانٌ ان میں ادغام نہ ہوگا، بلکہ اظہار ہوگا ((ان کلمات میں نون ساکن اور حروف یرملون ایک ہی کلمہ میں ہیں، جبکہ نون ساکن کے ادغام کے لئے دو کلموں کا ہونا شرط ہے، اور علامہ شاطبیؒ نے فرمایا ہے کہ ادغام کرنے

سے یہ کلمات مشابہ بالمضاعف ہوجاتے ہیں)) واللہ اعلم۔

اقلاب : جب نون ساکن اور تنوین کے بعد باء آوے، تو نون ساکن وتنوین کو میم سے بدل کر اخفاء مع الغنہ کریں گے، مثل مِنْ بَعْدِ، سَمِيْعٌ م بَصِيْرٌ، صُمٌّ م بُكْمٌ۔

اخفاء حقیقی : نون ساکن وتنوین کے بعد باقی پندرہ حرفوں میں اخفاء مع الغنہ ہوگا، یہ پندرہ حروف، حروف حلقی، حروف یرملون اور باء اور الف کے سوا ہیں، مثلاً یُنْفِقُوْنَ، اَنْدَادًا وغیرہ ((اخفاء کے بارے میں ایک تفصیلی بحث کتاب کے آخر میں تکملہ کے زیر عنوان آرہی ہے))

تیسری فصل (میم ساکن کے بیان میں)

میم ساکن کے تین حال ہیں، ادغام، اخفاء، اظہار

ادغام : میم ساکن کے بعد دوسری میم آوے تو ادغام ہوگا، مثل اَمْ مَّنْ۔

اخفاء شفوی : اگر میم ساکن کے بعد باء آوے تو اخفاء ہوگا اور اظہار بھی جائز ہے، بشرطیکہ میم منقلب نون ساکن اور تنوین سے نہ ہو، مثل وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ((اور اگر میم نون ساکن وتنوین سے بدلا ہو جیسے مِنْ بَعْدِ میں اقلاب کے قاعدہ کے تحت نون ساکن کو میم ساکن سے بدلا گیا ہے تو ایسے میم میں اخفاء ضروری ہے))۔

اظہار شفوی : میم ساکن کے بعد میم اور باء کے سوا باقی تمام حروف میں اظہار ہوگا، مثل عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ، كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ۔

فائدہ : بوف کا قاعدہ جو مشہور ہے، یعنی میم ساکن کے بعد باء آوے تو اخفاء ہوگا، اور واو، فاء

آوے، تو اظہار اس طرح کیا جائے کہ میم کے سکون میں حرکت کی بو آجائے، یہ اظہار بالکل بے اصل ہے، بلکہ میم کا سکون بالکل تام ہونا چاہئے، حرکت کی ہوا بھی نہ لگے ((جیسے میم ساکن کے بعد باء پر واؤ اور فاء کو قیاس کر کے بعض لوگوں کا اخفاء کو اختیار کرنا غلط ہے، اس طرح اخفاء سے بچنے کی غرض سے اس طرح کا اظہار کہ میم کے سکون میں حرکت پیدا ہو، بالکل غلط ہے))۔

چوتھی فصل (حروف غنہ کے بیان میں)

نون میم مشدد ہوں تو غنہ ہوگا ((چاہے ادغام کی وجہ سے یا وضعی طور پر مشدد ہوں جیسے اِنْ نَّشَاْ وَمَاهُمْ مُّنكُمْ ،اِنَّ ،كَاَنَّ وغیرہ)) ایسی ہی نون ساکن اور تنوین کے آگے سوائے حروف حلقی اور لام راء کے جو حرف آئے غنہ ہوگا ((چاہے اخفاء حقیقی کی وجہ سے یا ادغام ناقص کی وجہ سے ہو، البتہ حروف حلقی سے قبل غنہ زمانی تو نہ ہوگا، بلکہ غنہ آنی جو صفت لازمہ ہے، اور بغیر ارادہ کے اداء ہوتا ہے، وہ اداء ہوگا)) ایسے ہی میم ساکن کے بعد باء آوے تو اخفاء کی حالت میں غنہ ہوگا، غنہ کی مقدار ایک الف ہے ((میم ساکن کے بعد باء آئے تو اظہار کی صورت میں غنہ زمانی نہیں ہوگا، البتہ اخفاء جو اولی اور بہتر ہے اور آج کل عمل بھی اسی پر ہے، اس کی صورت میں غنہ زمانی ایک الف ہوگا))۔

پانچویں فصل (ھائے ضمیر کے بیان میں)

ھاء ضمیر کی حرکت: ھاء ضمیر کے ماقبل کسرہ یا یاء ساکنہ ہو، تو ھاء ضمیر مکسور ہوگی، مثل بِهٖ، اِلَیۡهِ کے، مگر دو جگہ مضموم ہوگی، ایک وَمَآ اَنۡسٰنِیۡهُ سورۃ کہف میں، دوسرے عَلَیۡهُ اللّٰهَ سورۃ فتح میں ((اصل کی موافقت کی وجہ سے، کہ اصل حرکت ھاء ضمیر کی ضمہ ہی ہے)) اور دو لفظوں میں ساکن ہوگی ایک اَرۡجِهۡ اور دوسرا اَلۡقِهۡ ((کہ ان میں ھاء ضمیر کا سکون یا ساکنہ محذوفہ کی نیابت کی وجہ سے ہے کہ ان کی اصل معتل اللام اَرۡجِیۡهِ اور اَلۡقِیۡهِ تھی۔ اور امر کا صیغہ ہونے کی وجہ سے آخر سے یاء حذف ہوکر ھاء ضمیر کو اس کے قائمقام ساکن کردیا ہے)) اور جب ھائے ضمیر کے ماقبل نہ کسرہ ہو نہ یاء ساکنہ، تو مضموم ہوگی، مثل لَهٗ، وَرَسُوۡلَهٗ، مِنۡهُ، اَخَاهُ، رَاَیۡتُمُوۡهُ، مگر وَیَتَّقۡهِ فَاُولٰٓئِكَ میں مکسور ہوگی ((کہ اصل اس کی وَیَتَّقِیۡهِ ہے، یاء کا حذف محل شرط میں واقع ہونا ہے اور قاف کو حفص تخفیفاً ساکن پڑھتے ہیں))۔

ھاء ضمیر کا صلہ وعدم صلہ: اور جب ھاء ضمیر کے ماقبل اور مابعد متحرک ہو، تو ضمیر کے حرکت اشباع ((یعنی درازی اور صلہ ومد اصلی کے ساتھ پڑھی جاوے گی)) یعنی اگر ضمیر پر ضمہ ہو، تو اس کے بعد واؤ ساکن زائد ہوگا، اگر ضمیر پر کسرہ ہو، تو اس کے مابعد یاء ساکنہ زائد ہوگی، مثل مِنۡ رَّبِّهٖ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ، رَسُوۡلَهٗ اَحَقُّ، مگر ایک جگہ وَاِنۡ تَشۡكُرُوۡا یَرۡضَهُ لَكُمۡ کے ھاء میں اشباع وصلہ نہ ہوگا، اس کا ضمہ غیر موصولہ پڑھا جائے گا ((کہ یہ اصل میں یَرۡضَاهُ لَكُمۡ ہے، محل جزاء ہے، اس لیے آخر سے الف ساکن حذف ہوگیا ہے، اصلاً ھاء کا ماقبل ساکن ہے اس لئے صلہ نہیں کیا جاتا)) اور اگر ھائے ضمیر کے ماقبل یا مابعد ساکن ہو تو اشباع یعنی صلہ نہ ہوگا، مثل مِنۡهُ

وَيَعۡلَمُهُ الۡكِتَابَ، مگر فِيۡهٖ مُهَانًا جو سورہ فرقان میں ہے، تو اس میں اشباع ہوگا ((اس کی وجہ جمعًا بین الغتین ہے، یعنی حفصؒ صاحب نے دونوں لغتوں کو اپنے قرأت میں جمع کیا ہے، کہ ابن کثیر مکیؒ صاحب کی قرأت میں ھاء ضمیر کے ماقبل اگر ساکن ہو، تو صلہ کیا جاتا ہے))۔

چھٹی فصل (ادغام کے بیان میں)

ادغام تین قسم پر ہے، مثلین، متجانسین، متقاربین

ادغام مثلین : اگر حرف مکرر میں ادغام ہوا ہے، تو ادغام مثلین کہلائے گا، مثلاً اِذۡهَبۡ

ادغام متجانسین : اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہو جن کا مخرج ایک گنا جاتا ہے ((کہ حقیقتاً تو ہر حرف کا مخرج جدا جدا ہے، قرب کی وجہ سے بعض حرفوں کا مخرج ایک شمار کیا جاتا ہے جیسے نطعیہ حروف، تو ایسے ادغام کو ادغام متجانسین کہتے ہیں)) مثل وَقَالَتۡ طَّآئِفَةٌ ۔

ادغام متقاربین : اور اگر ادغام ایسے دو حرفوں میں ہوا ہے، کہ نہ مثلین ہیں نہ متجانسین تو ادغام متقاربین کہلائے گا ((کہ وہ مخرج یا صفات، اور مخرج وصفات دونوں میں قریب قریب ہوگا مثل)) اَلَمۡ نَخۡلُقۡكُّمۡ ((کہ قاف اور کاف نہ تو حرف مکرر ہے اور نہ ہی دونوں کا مخرج ایک شمار ہوا ہے))۔

کیفیت کے اعتبار سے ادغام کی قسمیں

پھر ادغام متجانسین اور متقاربین دو قسم پر ہے (۱) تام (۲) ناقص

ادغام تام : اگر پہلے حرف کو دوسرے حرف سے بدل کر ادغام کیا جائے، کہ اس کی کوئی صفت بھی باقی نہ رہے تو ادغام تام کہلاتا ہے، مثل قُلْ رَّبِّ ،وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ ، عَمَّ۔

ادغام ناقص : اور پہلے حرف کی کوئی صفت باقی ہے تو ادغام ناقص ہوگا، متقاربین ناقص کی مثال مَنْ يَّقُوْلُ ،مِنْ يَّقُوْلُ ،مِنْ وَّال، اور متجانسین ناقص کی مثال بَسَطْتَ ،اَحَطْتُ۔

شرط ادغام: مثلین اور متجانسین کا پہلا حرف جب ساکن ہو، تو ادغام واجب ہے، اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ (مثلین) وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ (متجانسین) عَبَدْتُّمْ (متجانسین) اِذْ ظَّلَمُوْا (متجانسین) اِذْهَبْ (مثلین) قَدْ تَّبَيَّنَ (متجانسین) قَدْ دَّخَلُوْا (مثلین) قُلْ رَّب (متجانسین) بَلْ رَّفَعَهُ (متجانسین) ((فراءؒ کے قول پر لام کا راء میں ادغام متجانسین ہے جب کہ خلیلؒ سیبویہؒ کے نزدیک متقاربین ہے))۔

((بطریق طیبہ اظہار وادغام دونوں وجہیں: اور يَلْهَثْ ذٰلِكَ، يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا میں بطریق جزری اظہار بھی ثابت ہے البتہ شاطبیہ کے طریق پر ادغام ہی کیا جائے گا۔

موانع ادغام : اور جب دو واؤ یا دو یاء جمع ہوں اور پہلا حرف مدہ ہو تو ادغام نہ ہوگا۔ مثل قَالُوْا وَهُمْ فِيْ يَوْمٍ ((کہ مدہ کا غیر مدہ میں ادغام مانع ہے۔ نیز خلیلؒ کے مذہب پر مدہ اور غیر مدہ کا مخرج بھی جدا جدا ہے)) ایسے ہی حرف حلقی کسی غیر حلقی میں مثل لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا

اور اپنے مجانس میں مثل فَاصْفَحْ عَنْهُمْ مدغم نہ ہوگا، اور اپنے مماثل میں مدغم ہوگا مثل يُوَجِّهْهُ مَالِيَهْ هَلَكَ ایسے ہی لام فعل، اور لام هَلْ، بَلْ کا ادغام نون میں نہ ہوگا مثل قُلْنَا ((هَلْ نَدُلُّكُمْ، بَلْ نَظُنُّكُمْ البتہ اَلْ کا ہوگا جیسے اَلنَّاسُ))۔

اظہار قمری وادغام شمسی

فائدہ: لام تعریف اگر ان چودہ حروف کے قبل آوے تو اظہار ہوگا اور چودہ حروف یہ ہیں اِبْغِ حَجَّكَ وَخَفْ عَقِيْمَهُ اور ان کو حروف قمریہ کہتے ہیں، اور ان کے اظہار کو اظہار قمری کہتے ہیں جیسے اَلْاِنْ، اَلْبُخْلُ، اَلْغُرُوْرُ، اَلْحَسَنَةُ، بِالْجُنُوْدِ، اَلْكَوْثَرُ، اَلْوَاقِعَةُ، اَلْخَائِبِيْنَ اَلْفَائِزُوْنَ، اَلْاَعْلٰى، اَلْقَانِتِيْنَ، اَلْيَوْمَ، اَلْمُحْسَنَاتِ، باقی چودہ حرفوں میں ادغام کیا جائے جن کو حروف شمسیہ کہتے ہیں، اور ان کا ادغام ادغام شمسی کہلاتا ہے جیسے وَالصّٰٓفّٰتِ، وَالذّٰرِيٰتِ، اَلثَّاقِبُ، اَلدَّاعِىْ، اَلتَّائِبُوْنَ، اَلزَّانِىْ، اَلسَّالِكِيْنَ اَلرَّحْمٰنُ، اَلشَّمْسُ، وَلَا الضَّآلِّيْنَ، الظّٰلِمِيْنَ، النَّجْمُ۔

فائدہ: نون ساکن اور تنوین کا ادغام یاء اور واؤ میں اور طاء کا ادغام تاء میں ناقص ہوگا اور اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ میں ادغام ناقص بھی جائز ہے مگر تام اولیٰ ہے ((کہ اس میں تخفیف تام ہے)) نٓ وَالْقَلَمِ اور یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ میں اظہار ہوگا اور بطریق طیبہ ادغام بھی ثابت ہے، مگر نٓ اور سٓ دونوں حروف مقطعات میں مد لازم اظہار وادغام دونوں صورتوں میں ہوگا اظہار کی صورت میں مد لازم حرفی مخفف اور ادغام کی صورت میں مد لازم حرفی مثقل ہوگا))۔

فائدہ: عِوَجًا سے قَيِّمًا سورہ کہف میں اور مَنْ سے رَاقٍ سورہ قیامہ میں اور بَلْ سے رَانَ سورۃ

مطففین میں اظہار ہوگا، سکتہ کی وجہ سے، اور ایک جگہ حفص کی روایت میں اور بھی سکتہ ہے، یعنی مِنْ مَّرْقَدِنَا کے الف پر سورۃ یٰسٓ میں، اور چونکہ سکتہ ایک لحاظ سے حکم وقف کا رکھتا ہے اس وجہ سے عِوَجًا کی تنوین کو الف سے بدل دیا جائے گا اور حفص کی روایت میں ترک سکتہ بھی ان مواضع میں بطریق طیبہ ثابت ہے تو اس وقت موضع اول میں اخفاء ہوگا اور ثانیین یعنی دوسرے دو موقعوں میں ادغام ہوگا ((یہ سکتے معنوی کہلاتے ہیں اور بطریق شاطبی ان جگہوں میں سکتہ ہی ضروری ہے نیز طیبہ کے طریق پر سکتہ لفظی بھی ساکن منفصل پر کیا جاتا ہے جیسے اِنَّ الْاِنْسَانَ کے لام پر ہمزہ سے قبل اور قَدْ اَفْلَحَ کی دال پر ہمزہ سے قبل))۔

فائدہ : جب دو حرف مثلین غیر مدغم ہو تو ہر ایک کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہیے مثل اَعْيُنِنَا شِرْكِكُمْ، يُحْيِ، دَاوُدُ، ایسا ہی متقاربین متصل ہو یا قریب قریب ہو، اور ادغام نہ کیا جائے تو بھی خوب ہر ایک کو صاف پڑھنا چاہیے مثل قَدْ جَاءَ، قَدْ ضَلُّوْا، اِذْ تَقُوْلُ، اِذْ زَيَّنَ، ایسا ہی جب دو حرف ضعیف جمع ہو، مثل جِبَاهُهُمْ یا قوی حرف کے قریب ضعیف حرف ہو، مثل اِهْدِنَا یا دو حرف مفخم متصل یا قریب ہو مثل مُضْطَرَّ، صَلْصَالٍ یا دو حرف مشدد قریب یا متصل ہو مثل ذُرِّيَّتَهٗ، مُطَهَّرِيْنَ، مِنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى، لُجِّيٍّ يَّغْشٰهُ، وَ عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ایسا ہی دو حرف متشابہ الصوت جمع ہو مثل ص، س، جیسے اَلَيْسَ الصُّبْحُ، اور ط، ت، جیسے حَبِطَتْ، ض، ظ، جیسے اَنْقَضَ ظَهْرَكَ، ق، ک، جیسے خَلَقَ، كُلٌّ، لَكَ قُصُوْرًا، تو ہر ایک کو ممتاز کر کے پڑھنا چاہیے اور جو صفت جس کی ہے اس کو پورے طور سے ادا کرنا چاہیے۔

ساتویں فصل (ہمزہ کے بیان میں)

جب دو ہمزہ متحرک جمع ہوں اور دونوں قطعی ہوں تو تحقیق سے یعنی خوب صاف طور سے پڑھنا چاہئے مگر ءَاَعۡجَمِیٌّ جو سورۃ حٰم سجدہ میں ہے اس کے دوسرے ہمزہ میں تسہیل ہوگی اور قرآن مجید میں جہاں بھی دو ہمزہ متحرک جمع ہوتے ہیں پہلا ہمزہ استفہام کا ہوتا ہے سوائے اَئِمَّةٌ کے اس میں پہلا قطعی ہمزہ جمع کا ہے، اور اگر پہلا ہمزہ استفہام کا یعنی قطعی ہو، اور دوسرا ہمزہ وصلی مفتوح ہو، تو جائز ہے دوسرے ہمزے میں تسہیل اور ابدال، مگر ابدال اولیٰ اور ((بہتر)) ہے۔ اور یہ چھ جگہ ہے آٰلۡـٰٔنَ (سورۃ یونس میں دو جگہ) آٰلذَّکَرَیۡنِ (سورۃ انعام میں دو جگہ) آٰللّٰـهُ (دو جگہ ایک سورۃ یونس میں اور دوسرا سورۃ نمل میں) اور جب پہلا ہمزہ استفہام کا یعنی قطعی ہو، اور دوسرا ہمزہ وصلی اگر مفتوح نہ ہو، تو یہ دوسرا ہمزہ حذف کیا جائیگا، مثل اَفۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ، اَصۡطَفَی الۡبَنَاتِ ، اَسۡتَکۡبَرۡتَ ، اَتَّخَذۡنٰا، اَسۡتَغۡفَرۡتَ، اَطَّلَعَ ((کہ یہ اصل میں ءَاِفۡتَرٰی، ءَاِطَّلَعَ ہے، چونکہ ہمزہ وصل درمیان میں حذف ہوجاتا ہے اس لئے ان کلمات میں بھی حذف ہوگیا ہے)) البتہ فتحہ کی حالت میں جو حذف نہیں ہوتا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں التباس انشاء کا خبر کے ساتھ ہوجائیگا، اور چونکہ ہمزہ وصلی وسطِ کلام میں حذف ہوجاتا ہے اس وجہ سے تغیر کیا جاتا ہے اسی وجہ سے ابدال اولیٰ بہتر ہے، کہ اس میں تغیر تام ہے ((یعنی ہمزہ مکمل حرف مدہ سے بدل جاتا ہے)) بخلاف تسہیل کے۔

فائدہ : ((انشاء کا خبر کے ساتھ التباس یعنی مشتبہ ہوجانا واضح ہے، کہ پہلا ہمزہ استفہامی میں سوال ہے اور ہے دونوں مفتوح، تو دوسرے کو حذف کردینے سے یہ پتہ نہیں چلتا، کہ موجودہ ہمزہ

خبر کا ہے، یا استفہام وانشاء کا، کہ حذف کی صورت میں آلْئٰنَ پڑھا جائیگا تو پتہ نہیں چلے گا، کہ کیا اب؟ ہے یا صرف اب ہے، اور زیر کی صورت میں یہ شبہ پیدا نہیں ہوتا، اس لئے اصل کے مطابق حذف ہوجاتا ہے)) اور جب دو ہمزہ جمع کا ہو، اور پہلا متحرک دوسرا ساکن ہو، تو واجب ہے ہمزہ ساکن کو پہلے ہمزہ کی حرکت کے موافق حرف مدہ سے بدلنا مثل اٰمَنُوْا ،اِیْمَانًا، اُوْتُمِنَ اِیْتِ ((اس صورت میں پہلا ہمزہ قطعی بھی ہوتا ہے جیسے پہلی دو مثالوں میں، اور وصلی بھی، جیسے دوسرے دو مثالوں میں)) تو جب پہلا ہمزہ وصلی ہو، تو ہمزہ وصلی سے ابتدا کرنے کی حالت میں دوسرا ہمزہ ساکنہ بدلا جائیگا اور جب ماقبل کے کلمہ سے وصل کرتے ہوئے ہمزہ وصل گر جائیگا تو اب ہمزہ ساکنہ صرف اکیلا رہ جائیگا، تو اس میں ابدال نہ ہوگا، جیسے اَلَّذِی اؤْتُمِنَ ،فِی السَّمٰوٰتِ ائْتُوْنِیْ ،فِرْعَوْنُ ائْتُوْنِیْ ،ہمزہ وصلی کے ماقبل جب کوئی کلمہ ملا جائیگا، تو یہ ہمزہ حذف کیا جائیگا، ثابت رکھنا درست نہیں، البتہ ابتداء میں ثابت رہتا ہے۔

((ہمزہ وصلی کی حرکت (۱) حروف معانی جو کلمہ کی اقسام اسم فعل حرف میں تیسری قسم ہے اِئْ اَئْ ، اَمْ ، اِنْ ، اَلْ وغیرہ تو ان میں صرف اَلْ لام تعریف ہی کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے باقی تمام ہمزہ قطعی ہوتے ہیں)) تو لام تعریف کا ہمزہ ہمیشہ مفتوح ہوگا جیسے اَلَّذِیْنَ، اَلْحَمْدُ۔

(۲) اسموں میں سے صرف آٹھ اسماء کا ہمزہ وصلی ہوتا ہے، سات کا سماعی اور ایک قسم کا قیاسی، تو ان اسموں کا ہمزہ مکسور ہے))۔

سات سماعی اسم: اِسْمٌ ،اِبْنٌ ،اِبْنَةٌ ،اِمْرُءٌ ،اِمْرَأَةٌ، اِثْنَانِ ،اِثْنَتَانِ، اور آٹھویں قسم قیاسی اَسْمَآءٌ، باب افعال کے سوا باقی تمام افعال ثلاثی مزید، رباعی مزید، ملحق برباعی کے مصادر کے

ہمزہ جیسے اِجْتِنَابٌ ، اِنْتِقَامٌ۔

((۳) فعلوں میں باب افعال کے سوا باقی تمام کے ہمزہ وصلی ہیں، جن کی حرکت کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل کے تیسرے حرف کا ضمہ اگر اصلی ہے، تو ہمزہ بھی مضموم ہوگا، جیسے اُنْصُرْ ، اُجْتُثَّتْ ، اور اگر تیسرا حرف مفتوح یا مکسور ہے، یا اس کا ضمہ اصلی نہیں، عارضی ہے، تو پھر ہمزہ وصلی مکسور ہوگا، جیسے اِضْرِبْ ، اِنْفَجَرَتْ، اِفْتَحْ ، ضمہ عارضی کی مثال، جیسے اِمْشُوْا ، اِتَّقُوْا ، اِئْتُوْا ، کہ ان کا ضمہ عارضی ہے، اس وجہ سے ہمزہ مضموم نہیں پڑھا جاتا، بلکہ مکسور پڑھا جاتا ہے ((کہ ان کی اصل اِمْشِيُوْا ، اِتَّقِيُوْا ، اِئْتِيُوْا ، ہے، یاء کے ضمہ کے ثقل کی وجہ سے اسے حذف کر کے قاف کو د۔۔۔ ہے، لہٰذا یہ ضمہ اصلی نہیں بلکہ تخفیف کے بعد کا ہے))۔

فائدہ : ہمزہ عین کے ساتھ جمع ہو، جیسے اَعُوْذُ ، یا حاء کے ساتھ، جیسے اَحْسَنَ الْقَصَصِ ، یا حرف مدہ عین یا حاء کے ساتھ جمع ہو، جیسے عَالَمِيْنَ ، عَاهَدَ ، مَبْعُوْثُوْنَ ، حِيْنَ فَرِحُوْا ایسا عین ھاء ایک ساتھ آویں، جیسے اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ ، یا عین حاء اور ھاء ایک ساتھ آئیں، جیسے زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ ، سَبِّحْهُ ، یا عین، حاء، ھاء مکرر یا مشدد ہوں، جیسے طُبِعَ عَلٰى ، عَهِدَ ، لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ ، يٰنُوْحُ اهْبِطْ ، وَمَاقَدَرُ اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ، جِبَاهُهُمْ ، دَعَا ، يَدْعُوْنَ سَحَّارٍ وغیرہ، تو ہر ایک کو خوب صاف طور سے اداء کرنا چاہئے ((اکثر خیال نہ کرنے سے صحیح طور پر اداء نہیں کرتے))۔

فائدہ : ہمزہ متحرک یا ساکن جہاں ہو، اس کو خوب صاف طور سے پڑھنا چاہئے، اکثر ایسا ہوتا ہے، کہ ہمزہ الف سے بدل جاتا ہے، یا حذف ہو جاتا ہے، یا صاف طور سے نہیں نکلتا

خصوصاً جہاں دو ہمزہ ہوں وہاں زیادہ خیال رکھنا چاہئے، کہ دونوں ہمزہ خوب صاف اداء ہوں مثل ءَاَنْذَرْتَهُمْ ، ءَاِنَّكَ ، ءَاُنْزِلَ ۔

فائدہ : حرف ساکن کے بعد جب ہمزہ آئے، تو اس کا خیال رکھنا چاہئے، کہ ساکن کا سکون تام اداء ہو، اور ہمزہ خوب صاف اداء ہو، ایسا نہ ہو، کہ ہمزہ حذف ہو جائے، اور اس کی حرکت سے ماقبل کا ساکن متحرک ہو جائے، جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ایسا ہو جاتا ہے، بلکہ وہ ساکن کبھی مشدد بھی ہو جاتا ہے، مثل قَدْ اَفْلَحَ ، اِنَّ الْاِنْسَانَ ، اسی وجہ سے حفصؒ کے بعض طرق جو طیبہ سے ہیں، ساکن پر سکتہ کرتے ہیں، تاکہ ہمزہ صاف اداء ہو، خواہ وہ ساکن اور ہمزہ ایک کلمہ میں ہوں یا دو کلموں میں ((جیسے اَلْاَرْضِ ، مَنْ اٰمَنَ مگر شاطبیہ کے طریق کا التزام کر کے پڑھنے والوں کو سکتہ نہیں کرنا چاہئے، اور سکون کو بھی کامل اداء کرنا چاہئے، اور ہمزہ کو بھی صاف پڑھنا چاہئے، شاطبیہ کے طریق پر صرف چار معنوی سکتے ہیں، جن کا بیان پہلے ہو چکا ہے، ان چار موقعوں میں طیبہ کے طرق پر سکتہ وعدم سکتہ دونوں ہیں، اور لفظی سکتہ ہمزہ سے قبل ساکن پر بھی ہے مگر شاطبیہ کے طریق پر لفظی سکتہ نہیں))۔

آٹھویں فصل (حرکات کی اداء کے بیان میں)

فتحہ ساتھ انفتاح فم اور صوت کے، اور کسرہ ساتھ انخفاض فم اور صوت کے، اور ضمہ ساتھ انضمام شفتین کے ظاہر ہوتا ہے، ((یعنی فتحہ منہ اور آواز کے اوپر کو کھلنے، اور کسرہ نیچے کو کھلنے، اور ضمہ دونوں ہونٹوں کے گول ہونے سے اداء ہوتے ہیں)) ورنہ اگر فتحہ میں کچھ انخفاض نیچے کو کھلنا ہوا تو مشابہ کسرہ کے ہوجائے گا، اور اگر کچھ انضمام ہوگیا، یعنی ہونٹوں کی قدرے گولائی ہوگئی تو مشابہ کسرہ کے ہوجائے گا، ایسا ہی کسرہ میں اگر کامل انخفاض آواز کا نیچے کو دبانا ہوا، اور انفتاح ہوگیا تو مانند فتحہ کے ہوجائے گا ((اس سے معلوم ہوگیا کہ ہر حرکت کی ایک کیفیت تو صحیح ہے کہ وہ کامل طور پر اداء ہو، اور دو کیفیتیں غلط ہیں، کہ وہ دوسری دو حرکتوں کے مشابہ ہوکر اداء ہو، کسی بھی حرکت میں دوسری حرکت کی آمیزش اگر پیدا ہوجائے تو وہ غلط ہے))۔

فائدہ : فتحہ جس کے بعد الف نہ ہو، اور ضمہ، جس کے بعد واؤ ساکن نہ ہو، اور کسرہ جس کے بعد یاء ساکن نہ ہو، تو ان حرکات کو اشباع ((کھینچنے اور دراز کرنے)) سے بچانا چاہیے ورنہ یہی حروف، حروف مدہ ہوجائیں گے ((جیسے فَعَلَ سے فَعَلَا، ضَرَبَ سے ضَرَبَا يَكُونُ سے يَكُونُوا، اور یہ لحن جلی ہے))۔

فائدہ : ضمہ کے بعد واؤ مشدد ہو، اور کسرہ کے بعد یاء مشدد ہو تو اس وقت بھی اشباع اور کھینچنے سے احتراز اور پرہیز کرنا ضروری ہے، مثل عَدُوٌّ ، سَوِیٌّ ، لُجِّیٌّ ایسے کلمات میں خصوصاً وقف میں زیادہ خیال رکھنا چاہیے، ورنہ مشدد مخفف ہوجائے گا ((یعنی عَدُوْ سَوِیْ لُجِّیْ ہوجائے گا، جو لحن جلی ہے، نیز تشدید کو اداء کرتے وقت واؤ اور یاء کی آواز بھی بند نہیں ہونی چاہیے

کہ یہ حروف رخوہ ہیں، اساتذہ کرام عمل کر کے طلباء کو سمجھا دیں))۔

فائدہ : جب فتحہ کے بعد الف، اور ضمہ کے بعد واؤ ساکن غیر مشدد، اور کسرہ کے بعد یاء ساکن غیر مشددد ہوں تو اس وقت حرکات کو اشباع سے اور کھینچ کر کے ضرور پڑھنا چاہئے ورنہ یہ حروف مدہ اداء نہ ہوں گے ((اور لحن جلی کا ارتکاب ہو جائے گا، جیسے أُوْذِيْنَا نُوْحِيْهَا وغیرہ)) خصوصًا جب کئی حروف مدہ قریب قریب جمع ہوں تو زیادہ خیال رکھنا چاہئے اکثر خیال نہ کرنے سے کہیں اشباع ہوتا ہے اور کہیں نہیں ہوتا۔

فائدہ : مَجْرٖيهَا جو سورۃ ھود میں ہے، اصل میں لفظ مَجْرٰهَا ہے، یعنی راء مفتوح ہے اور اس کے بعد الف ہے، روایت حفصؒ میں اس جگہ امالہ ہے ((اور امالہ زبر کو زیر کی طرف اور الف کو یاء کی طرف مائل کر کے اور جھکا کر کے پڑھنے کو کہتے ہیں اس لئے یہاں فتحہ خالص اور الف خالص نہ پڑھا جائے گا، اور نہ ہی کسرہ اور نہ یاء خالص پڑھی جائے گی بلکہ فتحہ کسرہ کی طرف اور الف یاء کی طرف مائل کر کے پڑھا جائے گا جس سے فتحہ کسرہ مجہول کے مانند ہو جائے گا اور اس کے بعد یاء مجہول ہو گی جیسے اردو زبان میں قطرے سویرے کا تلفظ مجہول ہے روایت حفصؒ میں اس ایک لفظ کے سوا اور کہیں امالہ نہیں۔

فائدہ : کسرہ اور ضمہ کلام عرب میں مجہول نہیں بلکہ معرُوف ہیں، اور اداء کی صورت یہ ہے کہ کسرہ میں انخفاض کامل کے ساتھ آواز کسرہ کی باریک نکلے اور ضمہ میں انضمام شفتین کے ساتھ ضمہ کی آواز باریک نکلے ((عملی طور پر استاذ مشاق اداء کر کے بتا دیں))۔

فائدہ : حرکات کو خوب ظاہر کر کے پڑھنا چاہئے یہ نہ ہو کہ مشابہ سکون کے ہو جائیں، ایسا ہی

سکون کامل اداء کرنا چاہیے تاکہ مشابہ حرکت کے نہ ہو جائے اور اس سے بچنے کی عملی صورت یہ ہے کہ ساکن حرف کی صوت مخرج میں بند ہو جائے اور اس کے بعد ہی دوسرا حرف نکلے اور اگر دوسرے حرف کے ظاہر ہونے سے پہلے مخرج میں جنبش ہو گئی یعنی ذوعضو مخرج سے الگ ہو گئے تو لامحالہ یہ سکون حرکت کے مشابہ ہو جائے گا ((مگر یہ خیال ضرور رہے کہ دوسرے حرف کے مابین دیر نہ لگے ورنہ سکتہ پیدا ہو جائے گا جو درست نہیں))۔

فـائـده : البتہ حروف قلقلہ اور (کاف وتاء) کے مخرج میں جنبش ہوتی ہے، فرق اتنا ہے کہ حروف قلقلہ میں جنبش سختی کے ساتھ ہوتی ہے اور (کاف وتاء) نہایت نرمی کے ساتھ جنبش ہوتی ہے ((کاف وتاء) چونکہ مہموسہ شدیدہ ہیں اور حروف قلقلہ **قطب جد**، مجہورہ شدیدہ ہیں، اس لئے (کاف وتاء میں شدت کی وجہ سے آواز مخرج میں قوت کے ساتھ تو رکتی ہے مگر اس میں ہمس کی وجہ سے پستی ہوتی ہے اور ایک عضو کا دوسرے عضو سے انفکاک وجدائی نہایت نرمی کے ساتھ ہوتی ہے اور جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ نہایت ضعیف وپست ہوتی ہے دوسرے کو تو درکنار خود پڑھنے والے کو بھی بغیر پوری توجہ اور دھیان کے سنائی نہیں دیتی اسی وجہ سے ان کا شمار حروف قلقلہ میں نہیں کیا گیا جبکہ حروف قلقلہ میں شدت وجہر کی وجہ سے ایک عضو کا دوسرے عضو سے انفکاک وعلیحدگی قوت وسختی اور بلندی سے جو آواز پیدا ہوتی ہے وہ بھی قوی اور بلند ہوتی ہے))۔

فـائـده : (کاف وتاء) میں جو جنبش ہوتی ہے، اس میں حآء کی یا سٓ کی یا ثآء کی بو ((آمیزش)) نہ آنی چاہیے جنبش سے پیدا شدہ آواز خود ان حرفوں ہی کی آواز ہو، اور ہو بھی بہت پست))۔

تیسرا باب

پہلی فصل اجتماع ساکنین کے بیان میں

اجتماع ساکنین : یعنی دو ساکنوں کا اکٹھا ہونا، ایک علی حدہٖ ہے یعنی اپنی حالت پر کہ ساکنین بغیر کسی تغیر کے پڑھے جائیں گے اور دوسری قسم علی غیر حدہٖ ہے یعنی اپنی حالت کے غیر پر کہ ساکنین میں وصلاً تغیر کر کے پڑھا جائے گا۔

اجتماع ساکنین علٰی حدہ : اس کو کہتے ہیں کہ پہلا ساکن حرف مدہ ہو، اور دونوں ساکن ایک کلمہ میں ہوں، مثل (دَآبَّةٍ اۗلْـٰٔنَ) اور یہ اجتماع ساکنین وصل و وقف دونوں حالتوں میں جائز ہے۔

اجتماع ساکنین علٰی غیرحدہٖ : اس کو کہتے ہیں کہ پہلا حرف ساکن مدہ نہ ہو، یا دونوں ساکن ایک کلمہ میں نہ ہوں یہ اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ وصل میں جائز نہیں البتہ وقف میں جائز ہے جیسے (اَلْقَدْرِ) کہ وصلاً دوسرا ساکن (راء) متحرک پڑھا جائے گا، اب اگر پہلا ساکن مدہ ہے مگر کلمہ ایک نہیں دو ہیں تو اس کو حذف کر دیں گے، مثل (اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوا اِعْدِلُوْا ، قَالُوا الْئٰنَ ، فِى الْاَرْضِ ، تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ، وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَالَا الْحَمْدُ ، فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ) اور اگر دو کلموں میں پہلا ساکن حرف مدہ نہ ہو تو اس کو حرکت کسرہ دی جائے گی، مثل (اِنِ ارْتَبْتُمْ ، وَاَنْذِرِ النَّاسَ ، مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ)۔

مستثنیات : (۱) اگر پہلا ساکن میم جمع ہو تو اسے ضمہ دیا جائے گا کہ میم جمع کی اصل حرکت ضمہ ہے، مثل (عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ)۔

(۲) اور مِنْ جو حرف جر ہے اس کے بعد جب کوئی حرف ساکن آئے گا تو نون مفتوح پڑھا جائے گا ((کہ مِنْ جارہ کثرت سے استعمال ہوا ہے، اور (الفتحة أخف الحركات) فتحہ خفیف ترین حرکت ہے اس لئے اسے فتحہ دیا جاتا ہے، مثل (مِنَ النَّاسِ مِنَ اللّٰهِ))۔

(۳) ایسا ہی (الٓمٓ اللّٰہ) سورۃ آل عمران کے شروع میں میم وصل میں مفتوح پڑھی جائے گی ((کہ حروف مقطعات لازم السکون ہیں اس لئے انہیں عارضی حرکت جب دی جاتی ہے تو خفیف حرکت فتحہ دی جاتی ہے، نیز اس میں وصلاً بھی وقصر دونوں مد جائز ہیں))۔

فائدہ: (بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ) جو سورۃ حجرات میں ہے اس میں (بِئْسَ) کے بعد (لام) مکسور ہے اور اس کے بعد (سین) ساکن ہے اور (لام) سے پہلے اور بعد جو ہمزہ ہے وہ وصلی ہے اس وجہ سے حذف کئے جائیں گے اور (لام) کا کسرہ بسبب اجتماع ساکنین کے ((کہ الْ کا (لام) پہلا ساکن ہے اور اسم کا (سین) دوسرا ساکن ہے اسم کا ہمزہ وصلی حذف ہونے کے بعد (لام وسین) دو ساکن دو کلموں میں جمع ہوئے اور پہلا مدہ نہیں اس لئے اسے کسرہ دیا جاتا ہے اور ابتداء میں (اَلِاسْمُ اور لِسْمُ) دونوں جائز ہیں))۔

فائدہ : کلمہ منونہ یعنی جس کلمہ کے اخیر حرف پر دو زبر دو زیر دو پیش ہوں تو وہاں پر ایک نون ساکن پڑھا جاتا ہے اور لکھا نہیں جاتا اس کو نون تنوین کہتے ہیں یہ تنوین وقف میں حذف کی جاتی ہے مگر دو زبر ہوں تو اس تنوین کو الف سے بدل دیتے ہیں، مثلاً (قَدِيْرٌ بِرَسُوْلٍ بَصِيْرًا

اور اصل میں جب تنوین کے بعد ہمزہ وصلی ہوتو حذف ہوجائے گا اور یہ تنوین بسبب اجتماع ساکنین علی غیر حدہٖ کے مکسور پڑھی جائے گی اور اکثر ایسی جگہوں میں خلاف قیاس لوگوں کی آسانی کے لئے ایک چھوٹا سا نون لکھ دیتے ہیں جو رسم عثمانی میں نہیں ہے، مثل (بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ خَيْرَ انِ الْوَصِيَّةُ خَبِيْثَةِ نِ اجْتُثَّتْ اَحَدُ نِ اللّٰهُ الصَّمَدُ طُوًى نِ اذْهَبْ مُبِيْنِ نِ اقْتُلُوْا)۔

((فــائــده : تنوین سے ابتداء کرنا یا دوہرانا درست نہیں یعنی (نِ اقْتُلُوْا) پڑھنا درست نہیں (مُبِيْنِ) پر وقف کرکے یا اُقْتُلُوْا پر وقف کرنے کے بعد (نِ اقْتُلُوْا) تنوین سے اعادہ غلط ہے بلکہ اعادہ (اُقْتُلُوْا) سے ہوگا، (نِ اقْتُلُوْا سے غلط ہے))۔

((فائده : علماء صرف نے اجتماع ساکنین علی حدہٖ کی شرائط میں ایک تیسری شرط دوسرے ساکن کا مدغم ہونا بھی قرار دی ہے، اور (آلْــٰـٔنَ) کے اجتماع کو شاذ کہا ہے حالانکہ صحیح ومتواتر قرآءت میں بہت سے کلمات اس طرح کے ہیں کہ ان میں دوسرا ساکن مدغم نہیں (جیسے مَحْيَايْ وَمَمَاتِيْ) قالونؒ کی قرأت (ءَاَنْذَرْتَهُمْ) ورشؒ صاحب کی قرأت میں (جَآءَ اَمْرُنَا) ورش وقنبل کی قراتوں میں ہے مگر ساکنین وصلاً باقی رہے ہیں لہٰذا علماء قرأت کے ہاں دو شرطیں ہی درست ہیں اور علماء صرف کی تیسری شرط کا تعلق قرأت کے ساتھ نہیں بلکہ کلمہ کی ماہیت ذاتیہ اور اس کی اصل و بناوٹ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں الگ الگ علم ہیں اور ہر علم وفن کی اپنی اپنی اصطلاحات ہوتی ہیں، (لَا مُنَاقَشَةَ فِي الْاِصْطِلَاحِ) اصطلاحات میں کوئی تناقش وتعارض نہیں (توضیحات مرضیہ))۔

دوسری فصل (مد کے بیان میں)

مد دو قسم کے ہیں (۱) اصلی اور (۲) فرعی

مداصلی : اس کو کہتے ہیں، کہ حروف مدہ کے بعد نہ سکون ہو، اور نہ ہمزہ ہو جیسے (أُوْذِيْنَا)۔

مد فرعی : اس کو کہتے ہیں، کہ حروف مدہ کے بعد دو اسباب میں سے ہمزہ یا سکون ہو۔

((یعنی مداصلی حروف مدہ کی ذات میں پائی جاتی ہے، سبب پر موقوف نہیں ہوتی، اور مد فرعی حروف مدہ یعنی مداصلی سے متجاوز ہوتی ہے، اور سبب پر موقوف نہیں ہوتی ہے، اور حروف مدہ کے بعد ہمزہ اور سکون کے آنے سے ثقل پیدا ہو جاتا ہے، اس لئے اسے رفع کرنے کے لئے مد میں زیادتی کی جاتی ہے))۔

مدفرعی کی چار اقسام: اور مد فرعی چار قسم پر ہے۔

(۱) متصل (۲) منفصل (۳) لازم (۴) عارض

مد متصل و واجب : یعنی حرف مدہ کے بعد اگر ہمزہ آئے، اور ایک کلمہ میں ہو، تو اسے مد متصل یا واجب کہتے ہیں۔

مد منفصل وجائز : اور اگر حرف مدہ کے بعد ہمزہ دوسرے کلمہ میں ہو، تو اسے مد منفصل یا مد جائز کہتے ہیں، مثل (فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا مَآ اُنْزِلَ)۔

مد عارض : حرف مدہ کے بعد جب سکون عارضی وقفی ہو، تو اسے مد عارض کہتے ہیں اور اس میں طول، توسط، قصر تینوں جائز ہیں ((طول تو نفس سبب یعنی سکون کا اعتبار کر لینے کی وجہ سے، اور

توسط سبب کے ضعیف ہونے کی وجہ سے، اور قصر اصل کا اعتبار کرنے، اور سبب عارضی کا اعتبار نہ کرنے کی وجہ سے، کہ اصل میں موقوف علیہ متحرک ہے، اور سکون وقف کی وجہ سے عارضی ہے))

مثالیں: رَحِیۡمۡ تَعۡلَمُوۡنۡ ، تُكَذِّبَانِ۔

مدلازم : اور جب حرف مدہ کے بعد ایسا سکون ہو، کہ کسی حالت میں بھی حرف مدہ سے جدا نہ ہوسکے، نہ وصلاً نہ وقفاً، جسے سکون لازم کہتے ہیں، تو اس کو مدلازم کہتے ہیں، اور یہ چار قسم ہیں۔

مدلازم کی چار قسمیں

لازم حرفی : اگر حروف مقطعات ((جو سورتوں کی ابتداء میں ہوتے ہیں)) میں ہو، تو اسے لازم حرفی کہتے ہیں۔

لازم کلمی : ورنہ اگر حرف مدہ کلمہ میں ہو، تو اسے لازم کلمی کہتے ہیں، پھر ہر ایک کلمی اور حرفی دو قسم ہے، **مثقل** اور **مخفف**۔

مثقل : اگر حرف مدہ کے بعد مشدد حرف ہے، تو مثقل کہیں گے۔

مخفف : اور محض سکون ہے، تو مخفف ہوگی، مدلازم حرفی مثقل اور مدلازم حرفی مخفف کی مثال (الٓمٓ الٓمٓرٰ طٰسٓمٓ الٓرٰ کٓهٰیٰعٓصٓ حٰمٓ عٓسٓقٓ حٰمٓ طٰسٓ نٓ صٓ قٓ) کہ (الٓمٓ) میں (لام) کا مد مدلازم حرفی مثقل ہے، اور (میم) کا مد حرفی مخفف ہے اساتذہ ہر دو کا فرق سمجھا دیں

مدلازم کلمی مثقل : حرف مدہ کے بعد تشدید کلمہ میں ہو، مثال (دَآبَّةٍ وَلَا الضَّآلِّيۡنَ

مدلازم کلمی مخفف : حرف مدہ کے بعد سکون کلمہ میں ہو، مثال (آٰلۡئٰنَ)۔

مد لین : اور جب (واؤ اور یاء) ساکن کے پہلے فتحہ ہو، تو اسے حروف لین کہتے ہیں، اور جب حروف لین کے بعد حرف ساکن ہو، تو اسے مد لین کہتے ہیں، اور اس میں قصر و توسط و طول تینوں جائز ہیں، اور ((عین مریم اور عین شوریٰ میں قصر نہایت میں ضعیف ہے، اور طول افضل اور اولی ہے، اور اسے لین لازم کہتے ہیں، اس میں طول اس لئے افضل ہے، کہ سکون عارض کے مقابلہ میں سکون لازم قوی سبب ہے، نیز حروف مقطعات میں یکسانیت باقی نہ رہنے کی وجہ سے بھی قصر ضعیف ہے))۔

((فائدہ)) حروف مدہ کی طرح حروف لین بھی مد کا محل ہے، اگرچہ ضعیف محل ہے، اور اس کے بعد مد کا سبب صرف سکون بنتا ہے، ہمزہ نہیں، کہ سکون قوی سبب ہے، جو مدہ اور لین دونوں کیلئے مد فرعی کا سبب ہے، جبکہ سکون کے مقابلہ میں ہمزہ ایک ضعیف سبب ہے، اس لئے یہ حروف مدہ کے لئے مد فرعی کا سبب بنتا ہے، مگر حروف لین کے لئے نہیں))۔

فائدہ : سورۃ آل عمران کا (الٓمّٓ اللّٰهُ) وصل کی حالت میں میم ساکن اجتماع ساکنین علی غیر حدہ کی وجہ سے مفتوح پڑھی جائی گی، اور اللہ کا ہمزہ نہ پڑھا جائے گا، اور میم میں مد لازم ہے، اس وجہ سے وصل میں طول اور قصر دونوں جائز ہیں ((طول اصل کی وجہ سے، کہ میم ساکن ہے، اور قصر موجودہ حالت کی وجہ سے، کہ میم متحرک ہوکر مد اصلی کے حکم میں ہوگئی ہے، اور توسط کا نہ ہونا ظاہر ہے کہ مد لازم میں نہیں ہوگا))۔

فائدہ : حروف مدہ جب موقوف ہوں، تو اس کا خیال رکھنا چاہیے، کہ ایک الف سے زائد نہ ہوجاوے، دوسرے یہ کہ بعد حرف مدہ کے (یاء یا ہمزہ) زائد نہ ہوجاوے، مثل (قَالُوْا فِیْ

مَا، لَا) جیسا کہ اکثر خیال نہ کرنے سے ہوجاتا ہے۔

تیسری فصل (مقدار اور اوجہ مد کے بیان میں)

مدعارض اور لین عارض کی مقدار یعنی کھینچنے کے اندازے

مدعارض ولین عارض میں تین وجہ ہیں، طول، توسط، قصر، فرق اتنا ہے، کہ مدعارض میں ((چونکہ مد اصالتاً ہوتا ہے، کہ حروف مدہ کے ذات میں مدیت پائی جاتی ہے، اور حروف لین میں مد تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے، کہ ان کی ذات میں، مدیت نہیں ہوتی، اس لئے)) مدعارض میں طول اولیٰ ہے، اس کے بعد توسط، اس کے بعد قصر کا مرتبہ ہے، بخلاف مدلین عارض کے، کہ اس میں پہلا مرتبہ قصر کا ہے، اس کے بعد توسط، اس کے بعد طول ((نیز لین کے قصر کی مقدار بھی مدہ کی مقدار سے کم ہوتی ہے، کہ اس کی ذات میں مدیت نہیں ہے))۔

طول، توسط، قصر کی مقدار: اب معلوم ہونا چاہئے، کہ مقدار یعنی (کھینچنے کا اندازہ) طول کا کیا ہے؟ طول کی مقدار تین الف ہے، اور توسط کی مقدار دو الف ہے، اور ایک قول میں طول کی مقدار پانچ الف ہے، اور توسط کی مقدار تین الف ہے، اور قصر کی مقدار دونوں ہی قولوں میں ایک ہی الف ہے ((یعنی دونوں قولوں میں توسط کی مقدار کم اور طول کی زیادہ ہے، اور قصر حروف مدہ کی ذاتی وطبعی مقدار کا نام ہے، جو ایک ہی الف ہے))۔

فائدہ : مدلازم کی چاروں قسموں میں طول علی التساوی ((یعنی برابر، برابر)) ہوگا، جبکہ بعض حضرات کے نزدیک مثقل میں زیادہ ہے، اور بعض کے نزدیک مخفف میں، مگر جمہور کے نزدیک تساوی یعنی برابر ہے۔

فائدہ: حرف موقوف مفتوح کے قبل جب مدہ ہو، یا حرف لین ہو، یعنی مد عارض اور لین عارض، تو وقف میں تین وجہ ہوگی، مثل (رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، لَا ضَیْرَ) کہ وقف صرف اسکان ہی کے ساتھ ہوگا، اور جب موقوف علیہ ((جس پر وقف کیا ہے)) مکسور ہوگا مثل (یَوْمِ الدِّیْنِ مِنْ خَوْفٍ) تو وجہ عقلی چھ نکلتی ہیں، ان میں چار جائز ہیں ((اس لئے کہ یہاں پر وقف اسکان اور روم دونوں طرح سے ہوتا ہے، مگر روم کے ساتھ وقف کرنے کی حالت میں مدہ یا لین کے بعد کامل سکون نہیں رہتا، اس لئے طول اور توسط جائز نہیں لھٰذا مندرجہ ذیل چھ وجوہ ہیں)) طول توسط قصر مع الاسکان۔ قصر مع الروم، یہ چار تو جائز، اور طول، توسط مع الروم یہ دو غیر جائز ہیں اس لئے کہ مد فرعی کے واسطے بعد حرف مد کے سکون چاہیے، اور روم کی حالت میں سکون نہیں ہوتا بلکہ حرف متحرک ہوتا ہے ((اگر چہ حرکت خفیف ہوتی ہے)) اور اگر حرف موقوف علیہ مضموم ہے مثل (نَسْتَعِیْنُ) کے، تو ضربی عقلی وجہیں نو ہیں ((اس لئے حرف مضموم پر تینوں کیفیتوں سے وقف درست ہے، اسکان، روم، اور اشمام سے)) اور نو وجوہ میں سے سات جائز، طول، توسط قصر مع الاسکان، طول، توسط، قصر مع الاشمام، قصر مع الروم اور دو وجوہ طول، توسط مع الروم غیر جائز ہیں، جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے۔

فائدہ: جب مد عارض یا مد لین کئی جگہ جمع ہوں، تو ان میں تساوی ((برابری)) اور توافق ((یکسانیت)) کا خیال رکھنا چاہیے، یعنی ایک جگہ اگر مد عارض میں طول کیا ہے، تو دوسری جگہ بھی طول کیا جائے، اگر توسط کیا ہے، تو دوسری جگہ بھی توسط کیا جائے، اور اگر قصر کیا ہے تو دوسری جگہ بھی قصر کرنا چاہیے، ایسا ہی اگر مد لین بھی جب کئی جگہ ہوں، تو توافق و برابری ہونا چاہیے، اور

جیسا کہ طول وتوسط میں توافق ہونا چاہئے، ایسا ہی مقدار طول وتوسط میں بھی برابری ہونی چاہیے مثلاً (اَعُوْذُ اور بِسْمَلَه سے رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ) تک فصل کل کی حالت میں ضربی وجہیں اڑتالیس نکلتی ہیں، کہ (رَجِیْم) پر بھی مد عارض ہے، اور (رَحِیْم) پر بھی اور (اَلْعٰلَمِیْنَ) پر بھی۔

ضربی اڑتالیس وجوہ: پس (رَجِیْم) کے اوجہ ثلاثہ مع الاسکان یعنی ((طول، توسط، قصر مع الاسکان)) اور قصر مع الروم ان چار جائز وجوہ کو (رَحِیْم) کے مدود ثلاثہ ((طول، توسط قصر مع الاسکان اور قصر مع الروم)) چار جائز وجوہ میں ضرب دینے سے سولہ وجہیں ہوتی ہیں ((کہ (رَجِیْم) کی ایک ایک کے ساتھ (رَحِیْم) کی چار چار پڑھی جاسکتی ہیں، جو سولہ ہوجاتی ہیں، پھر یہ سولہ وجوہ (اَلْعٰلَمِیْنَ) کے اوجہ ثلاثہ ((طول، توسط، قصر مع الاسکان)) میں ضرب دینے سے اڑتالیس وجہیں ہوتی ہے ((کہ اَلْعٰلَمِیْنَ کے طول مع الاسکان کے ساتھ سولہ، پھر توسط مع الاسکان کے ساتھ سولہ، پھر قصر مع الاسکان کے ساتھ سولہ اڑتالیس وجوہ بنتی ہیں)) ان اڑتالیس وجوہ میں سے چار بالاتفاق جائز ہیں۔

جائز وجوہ: یعنی (اَلرَّجِیْمِ، اَلرَّحِیْمِ، اَلْعٰلَمِیْنَ) تینوں میں طول مع الاسکان، توسط مع الاسکان، قصر مع الاسکان۔ (رَجِیْم، رَحِیْم) میں قصر مع الروم، اور (اَلْعٰلَمِیْنَ) میں قصر مع الاسکان، اور بعض حضرات نے (رَجِیْم، رَحِیْم) کے قصر مع الروم کی حالت میں اَلْعٰلَمِیْنَ میں طول وتوسط مع الاسکان کو جائز رکھا ہے۔ باقی بیالیس وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

فصل اول وصل ثانی کی بارہ وجوہ: اور فصل اول وصل ثانی کی صورت میں ((کہ رَجِیْم پر وقف کریں، اور (رَحِیْم) کا وصل کر کے (اَلْعٰلَمِیْنَ) پر وقف کریں)) تو بارہ وجوہ بنتی ہیں

اس طرح کہ (رَجِیۡمِ) کے مدود ثلاثہ اور قصر مع الروم کو (اَلۡعٰلَمِیۡنَ) کے اوجہ ثلاثہ میں ضرب دینے سے بارہ وجہیں ہوتی ہیں، ان میں چار بالاتفاق جائز ہیں (۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان (۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر مع الاسکان۔ اور دو وجہیں (۱) قصر مع الروم مع التوسط بالاسکان (۲) قصر مع الروم مع الطول بالاسکان مختلف فیہ کی ہیں، باقی وجہیں بالاتفاق غیر جائز ہیں۔

وصل اول فصل ثانی کی بارہ ضربی وجوہ: اور وصل اول فصل ثانی میں اسی طرح بارہ وجہیں عقلی بنتی ہیں، اور ان میں بھی چار صحیح اور دو مختلف فیہ ہیں، اور اس صورت میں جو وجہیں نکلتی ہیں وہ بعینہ مثل فصل اول وصل ثانی کے ہیں، اس وجہ سے بیان نہیں کیں۔

وصل کل کی وجوہ: اور وصل کل کی حالت میں (اَلۡعٰلَمِیۡنَ) کے مدود ثلاثہ ہیں، یعنی صرف طول توسط، قصر مع الاسکان، خلاصہ یہ ہوا، کہ استعاذہ اور بسملہ میں پندرہ یا اکیس وجہیں ہیں۔

نوٹ: اڑتالیس وجوہ کو نقشہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

فائدہ: یہ وجہیں جو بیان کی گئی ہیں، اس وقت ہے، کہ (اَلۡعٰلَمِیۡنَ) پر وقف کیا جائے، اور اگر (اَلرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ) پر یا (یَوۡمِ الدِّیۡنِ) پر یا (نَسۡتَعِیۡنُ) پر وقف کیا جائے، یا کہیں وقف اور کہیں وصل کیا جائے، تو بہت سی وجہیں ضربی نکلیں گی۔

صحیح وغلط وجوہ کے تین معیار: اور ان میں وجہ صحیح نکالنے کا طریقہ یہ ہے (۱) کہ جس وجہ میں ضعیف پر قوی کو ترجیح ہو جائے (۲) یا ایک نوعیت کے مد میں مساوات و برابری نہ رہے (۳) یا اقوال مختلفہ میں خلط ہو جائے، تب یہ وجہ غیر صحیح ہوگی۔ اور اگر قوی وضعیف مدوں میں قوی

کی ترجیح ہو، یا برابری ہو، یا مختلف قولوں میں خلط نہ ہو، تو وجہ صحیح ہوگی۔

فائدہ : اور جب مد عارض اور مدلین عارض جمع ہو، تو اس وقت عقلی وجہیں کم از کم نو نکلتی ہیں اس طرح کہ مد عارض پر اگر صرف اسکان سے وقف ہو، اور لین عارض میں بھی صرف اسکان سے وقف ہو، تو تین وجوہ کو تین سے ضرب دینے سے نو وجوہ ہی بنتی ہے، اب اگر مد عارض مقدم ہے مدلین پر۔

مد عارض ولین کی وجوہ: جیسے (مِنْ جُوْعٍ ، مِنْ خَوْفٍ) تو نو وجوہ میں سے چھ مندرجہ ذیل وجہیں جائز ہیں (۱) طول مع الطّول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان (۳) قصر مع القصر مع الاسکان، یہ تین تو مساوات اور برابری کی ہیں۔ (۴) طول مع التوسط مع الاسکان (۵) طول مع القصر مع الاسکان (۶) توسط مع القصر مع الاسکان۔ یہ تین وجوہ قوی کی ضعیف پر ترجیح کی ہیں، جو جائز ہیں، اور بقایا تین وجوہ غیر جائز ہیں، کہ ان میں ضعیف کی قوی پر ترجیح ہوتی ہے، کہ مد عارض قوی ہے، اور مدلین ضعیف ہے۔

ناجائز وجوہ : (مِنْ جُوْعٍ) میں (۱) قصر مع الاسکان، اور (مِنْ خَوْفٍ) میں توسط میں الاسکان (۲) مِنْ جُوْعٍ کے قصر مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں طول مع الاسکان (۳) مِنْ جُوْعٍ کے توسط مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں طول مع الاسکان۔

مدلین مقدم مد عارض مؤخر کی وجوہ: اور جب مدلین مقدم ہو، مثلاً (لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ) تو اس وقت بھی نو وجہیں نکلتی ہیں، ان میں سے چھ وجہیں جائز ہیں۔ یعنی (۱) قصر مع القصر (۲) قصر مع التوسط (۳) قصر مع الطّول (۴) توسط مع التوسط (۵) توسط مع

الطول (۶) طول مع الطول یہ وجوہ مساوات اور قوی کے ضعیف پر ترجیح کی ہیں اور تین غیر جائز ہیں، جو ضعیف کی قوی پر ترجیح کی ہیں۔(۱ ، ۲) لَارَیْبَ کے طول مع الاسکان کے ساتھ (لِلْمُتَّقِیْنَ) میں توسط اور قصر مع الاسکان۔ (۳) لَارَیْبَ کے توسط مع الاسکان کے ساتھ لِلْمُتَّقِیْنَ میں قصر مع الاسکان۔

فائدہ : اور یہ وجہیں غیر جائز اس لئے ہیں، کہ حروف مدہ میں مد اصل اور قوی ہے اور حرف لین میں جو مد ہوتا ہے تشبیہ کی وجہ سے ہوتا ہے، اس وجہ سے حرف لین میں مد ضعیف ہے، اور ان صورتوں میں ترجیح ضعیف کی قوی پر ہوتی ہے، اور یہ غیر جائز ہے۔

فائدہ : اور موقوف علیہ میں بہ سبب اختلاف حرکات کے روم واشمام جائز ہو، تو اس میں اور وجہیں زائد پیدا ہوں گی، اس میں بھی مساوات اور ترجیح کا خیال رکھنا چاہئے، مثلاً (مِنْ جُوْعٍ مِنْ خَوْفٍ)(کہ دونوں میں روم واسکان دونوں سے وقف کیا جائے، تو کل سولہ وجوہ بنتی ہیں (مِنْ جُوْعٍ ، مِنْ خَوْفٍ) کی جائز وجوہ: (۱ تا ۴) مِنْ جُوْعٍ کے طول مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں چار، طول، توسط، قصر مع الاسکان، وقصر مع الروم۔

(۵ تا ۷) مِن جوعٍ کے توسط مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں تین توسط قصر مع الاسکان، اور قصر مع الروم۔ (۸ ، ۹) (مِنْ جُوْعٍ) کے قصر مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں قصر مع الاسکان وقصر مع الروم۔ (۱۰ ، ۱۱) (مِنْ جُوْعٍ) کے قصر مع الروم کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں قصر مع الاسکان وقصر مع الروم۔ ان میں چھ مساوات اور پانچ قوی کی ترجیح کی ہیں۔

پانچ غیر جائز وجوہ: (مِنْ جُوْعٍ) کے (۱) توسط مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں طول مع الاسکان (۲ ، ۳) (مِنْ جُوْعٍ) کے قصر مع الاسکان کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں دو توسط وطول مع الاسکان۔ (۴ ، ۵) (مِنْ جُوْعٍ) کے قصر مع الروم کے ساتھ (مِنْ خَوْفٍ) میں توسط، طول مع الاسکان۔ ان پانچ وجوہ سے ضعیف کی قوی پر ترجیح وفوقیت ہوجاتی ہے، اس لئے یہ غیر جائز ہیں۔ (توضیحات مرضیہ)

((**فائدہ:** اگر موقوف علیہ مضموم ہو، تو مثل (وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ) یہ دونوں مدیں عارض ہیں، کل انچاس وجوہ بنتی ہیں، وہ یوں کہ لَشَهِيْدٌ کی سات جائز وجوہ، طول، توسط، قصر مع الاسکان، طول، توسط، قصر مع الاشمام، اور قصر مع الروم کو لَشَدِيْدٌ کی انہی سات میں ضرب دینے سے انچاس وجوہ بنتی ہیں، ان میں صرف مساوات والی وجوہ صحیح ہیں، اور لین عارض کی مثال (اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ اور سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ) ہے، یہاں بھی کل ضربی وجوہ انچاس ہی بنتی ہیں، مگر جائز وجوہ مساوات والی اور قوی کی ضعیف پر ترجیح والی ہیں، اور وہ وجوہ جن سے ضعیف کی قوی پر ترجیح ہوتی ہے، وہ ناجائز اور غیر صحیح ہیں (از توضیحات مرضیہ))

فائدہ: مدمتصل اور منفصل کی مقدار یعنی توسط میں کئی قول ہیں، دو الف، ڈھائی الف، چار الف، اور منفصل میں بطریق طیبہ قصر بھی جائز ہے، ان اقوال میں جس پر دل چاہے عمل کیا جائے۔

مگر اس کا خیال رکھنا چاہئے، کہ مدمتصل جب کئی جمع ہوں، تو جس قول کو پہلی جگہ لیا ہے، وہی دوسری جگہ اور تیسری جگہ بھی رہے، مثلاً (وَالسَّمَآءَ بِنَآءً) میں اقوال کو ضرب دیا جائے تو نو

وجہیں بنتی ہیں، اور ان میں صرف تین مساوات کی جائز ہیں ((یعنی دونوں میں دو الف، دونوں میں ڈھائی الف، دونوں میں چار الف))باقی چھ وجہیں غیر صحیح ہیں ((یعنی (۱) (۲) اول میں دو الف اور ثانی میں ڈھائی وچار الف، اول میں ڈھائی الف (۳ ، ۴) اور ثانی میں دو اور چار الف، اول میں (۵ ، ۶) چار الف، اور ثانی میں دو اور ڈھائی الف، کہ ان میں یکسانیت ومساوات نہیں رہتی)) ایسا ہی جب مد منفصل کئی جمع ہوں، تو ان میں بھی اقوال کو خلط نہ کیا جائے مثلاً (لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ) اس میں بھی یہ نہ ہونا چاہیے، کہ پہلی جگہ ایک قول لے، اور دوسری جگہ دوسرا قول لیا جائے، بلکہ مساوات کا خیال رکھنا چاہیے۔

فائدہ : جب مد منفصل اور متصل جمع ہوں، اور مثلاً منفصل مقدم ہو، متصل پر مثل (هٰٓؤُلَآءِ) تو جائز ہے، منفصل میں قصر اور دو الف اور متصل میں تین وجوہ، دو، ڈھائی، چار الف، اور جب منفصل میں ڈھائی الف مد کیا جائے، تو متصل میں ڈھائی الف چار الف مد جائز ہے، اور دو الف غیر جائز ہے، اس واسطے کہ متصل منفصل سے اقوی ہے، اور ترجیح ضعیف کی قوی پر غیر جائز ہے۔ اور جب منفصل میں، چار الف مد کیا، تو متصل میں صرف چار الف مد ہوگا، اور ڈھائی الف، دو الف، اس صورت میں غیر جائز ہوگا، اور نا جائز ہونے کی وجہ وہی رجحان یعنی ضعیف کی قوی پر ترجیح کی ہے، اور جب مد متصل منفصل پر مقدم ہو مثل (جَآءُوْٓ اَبَاهُمْ) تو اگر متصل میں چار الف مد کیا، تو منفصل میں چار الف، ڈھائی الف، دو الف، اور قصر جائز ہے، اور اگر ڈھائی الف مد کیا، تو منفصل میں ڈھائی الف، دو الف، اور قصر جائز ہے، اور چار الف غیر جائز ہے۔

ایسا ہی اگر متصل میں دو الف مد کیا، تو منفصل میں دو الف، اور قصر ہوگا۔ ڈھائی الف، اور

چار الف مد نہ ہوگا، کہ اس سے ضعیف کی قوی پر ترجیح ہوتی ہے۔

فائدہ : جب متصل منفصل کئی جمع ہوں، مثل (بِاَسْمَآءِ هٰٓؤُلَآءِ) تو انہی قواعد پر قیاس کر کے وجہ صحیح اور غیر صحیح نکال لی جائے، ((یعنی هاء کا مد منفصل ہے، بقایا دونوں مد متصل ہیں منفصل میں مد متصل کے مد کے برابر کیا جائے، یا متصل سے کم، یہ تو جائز ہے، مگر منفصل میں زیادہ اور متصل میں کم، تو ایسی تمام وجوہ غیر جائز ہیں، کہ ضعیف کی قوی پر ترجیح کی ہر وجہ ناجائز ہے))۔

فائدہ : جب متصل کا ہمزہ اخیر کلمہ میں واقع ہو، اور اس پر وقف اسکان یا اشمام کے ساتھ کیا جائے مثل (يَشَآءُ، قُرُوٓءٍ، نَسِيٓءُ) تو طول بھی جائز ہے، اور سکون کی وجہ سے قصر جائز نہ ہوگا، ((کہ یہاں پر دو سبب جمع ہو جاتے ہیں)) اس واسطے کہ اس صورت میں سبب اصلی کا الغاء و ترک اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے، اور یہ غیر جائز ہے ((مطلب یہ ہے، کہ ہمزہ جو مد کا مستقل سبب ہے، اور اس کی وجہ سے مد واجب ہے، وہ ترک ہو جاتی ہے، جس کا ترک کسی صورت بھی جائز نہیں، اور مد عارض ادا ہو جاتی ہے، جو کہ ضعیف ہے، اور یہ جائز نہیں))۔

اور اگر وقف بالروم کیا جائے تو صرف توسط ہوگا ((کہ روم کی صورت میں دو سبب باقی نہیں رہتے صرف ایک سبب ہمزہ ہی باقی رہتا ہے، لہٰذا طول بھی جائز نہیں رہتا ہے، اور قصر سے وہی سبب اصلی مد متصل کا ترک لازم آتا ہے، اس لئے قصر بھی جائز نہیں))۔

((**فائدہ :** اگر مد لازم اور مد عارض کسی کلمہ میں جمع ہو جائیں، جیسے (وقفاً وَلَا جَآنٌّ، عَلَيْهَا صَوَآفَّ) تو وقف کی تینوں کیفیتوں میں صرف طول ہی ہوگا، اس لئے کہ قصر یا توسط سے یہاں بھی سبب اصلی کا الغاء اور سبب عارضی کا اعتبار لازم آتا ہے، کیونکہ مد لازم کے ہوتے ہوئے

نہ توسط ہوسکتا ہے نہ قصر))۔

فائدہ : خلاف جائز سے جو وجہیں نکلتی ہیں مثل (اَوْجہ بسملہ) وغیرہ کے، ان میں سب وجہوں کا ہر جگہ پڑھنا معیوب ہے، اس قسم کی وجہوں میں سے ایک وجہ کا پڑھنا کافی ہے، ((یعنی اگر طول کو مد عارض میں اختیار کیا ہے، تو اب توسط وقصر کا بھی پڑھنا معیوب ہے، ایک ہی وجہ اختیار کرنا چاہئے، یا جہاں موقوف علیہ پر روم، اشمام، اسکان، تینوں وجوہ ہوں، تو ان میں ایک ہی کو اختیار کیا جائے گا)) البتہ افادہ اور علمی فائدہ کے لحاظ سے سب وجہوں کا ایک جگہ جمع کرلینا معیوب نہیں، تلاوت میں ایک وجہ کو پڑھا جائے گا۔

فائدہ : اس فصل میں جو غیر صحیح اور غیر جائز کہا گیا ہے، مراد اس سے غیر اولی ہے، جو ماہر قاری کے واسطے معیوب ہے ((یعنی شرعاً حرام یا مکروہ نہیں، جیسے اڑتالیس وجوہ میں سے بعض کو ناجائز کہا گیا ہے، اس لئے بعض حضرات تحسین لہجہ کی وجہ سے کہیں طول کہیں توسط اور کہیں قصر کو بھی اختیار کرلیتے ہیں، مگر طول کی مقدار کو اقوال مرویہ سے بڑھانا یا قصر کی مقدار کو کم کردینا، کہ حرف مدہ صحیح طور پر اداء نہ ہو، یہ باتیں قطعاً ناجائز ہیں، نیز (یَشَآءُ، قُرُوْٓءٍ) جیسی مثالوں میں قصر ناجائز وممنوع ہے، اسے خلاف اولی نہ سمجھا جائے))۔ (توضیحات مرضیہ)

فائدہ: اختلاف مرتب میں خلط کرنا حرام ہے: یعنی جب ایک لفظ کا اختلاف دوسرے کلمہ کے اختلاف پر موقوف ہو مثلاً (فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ) میں (اٰدَمَ) کو فاعل کی وجہ سے مرفوع پڑھیں تو (كَلِمٰتٍ) منصوب یعنی زیر سے پڑھنا ضروری ہے ((کہ یہ لفظ (كَلِمٰتٍ) جمع مؤنث سالم کا صیغہ ہے اور حالت نصبی میں اس پر جر ہی آتی ہے، اس پر زبر نہیں آسکتا))

ایسا ہی بالعکس یعنی (اٰدَمَ) کا نصب اور (کَلِمٰت) کا رفع ایسے اختلاف کے موقع پر خلط بالکل حرام ہے ((کہ اس سے لحن جلی لازم آتی ہے))۔

التزام روایت میں خلط کذب فی الروایت ہے: اور اگر ایک روایت کا التزام کر کے پڑھا ((یعنی اپنے آپ کو پابند بنا کر کہ میں فلاں قاری کی قرأت یا راوی کی روایت ہی میں پڑھوں گا، دوسری راوی کی روایت سے نہیں، تو اس التزام و پابندی کے بعد کسی لفظ کو دوسرے قاری یا راوی کی قرأت و روایت میں پڑھ دیا)) اور اس میں دوسرے کو خلط کر دیا تو اس سے کذب فی الروایت لازم آئے گا، اور یہ ممنوع ہے۔

بلا التزام اور علی حسب التلاوت خلط جائز ہے: اور علی حسب التلاوۃ یعنی بلا التزام و پابندی خلط جائز ہے، مثلاً حفصؒ کی روایت میں دو مشہور طریق ہیں، ایک امام شاطبیؒ، دوسرے امام جزریؒ، تو ان میں خلط اس لحاظ سے کرنا کہ دونوں وجہ حفصؒ سے ثابت ہیں، اس میں کچھ حرج نہیں ((جیسے مد منفصل کا قصر بطریق جزریؒ ہے اور شاطبیہ کے طریق کا اپنے آپ کو پابند بنائے بغیر قصر کو اختیار کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں)) خصوصاً جب ایک وجہ عوام میں شائع ہو گئی ہے، اور دوسری وجہ جو قراء کے نزدیک مشہور و ثابت ہو اور وہ عوام میں متروک اور چھوڑ دی گئی ہو، تو ایسی صورت میں اس متروک وجہ کا لکھنا پڑھنا نہایت ضروری ہے، اور اس کی تشہیر کرنا لازمی ہے جیسے (اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ ضُعْفٍ میں ضَعْفٍ) زبر والی وجہ عوام میں غیر مشہور و متروک ہے، تو اس کی تشہیر پڑھنے اور لکھنے سے کرنا ضروری ہے۔

متاخرین کے اقوال میں خلط کوئی مضائقہ نہیں: اور متاخرین کے اقوال و آراء میں خلط

کرنا چنداں مضائقہ نہیں ((یعنی طرق کے بعد کے حضرات اور علامہ شاطبیؒ اور علامہ جزریؒ بھی خود طرق نہیں، ان دونوں آئمہ کو جو جدا جدا سلسلے متقدمین سے پہنچے ہیں، ان کی نسبت ان کی طرف کردی ہے، یہ حضرات بھی متاخرین ہیں، تو طرق کے بعد والے حضرات سے جو اختلافات مروی ہیں ان میں خلط کرنے میں کوئی حرج نہیں، جیسا کہ مد متصل و منفصل یا مد عارض و لین عارض کی مقدار میں مختلف اقوال ہیں، تو ان میں خلط کرنے میں کوئی حرج نہیں، صرف خلاف اولی ہے نہ اختلاف مرتب کی طرح حرام ہے، اور نہ کذب فی الروایت کی طرح ناجائز، اور نہ خلط فی الطرق کی طرح ناپسندیدہ ہے))۔

چوتھی فصل وقف کے احکام میں

وقف کے معنی (تعریف) اخیر کلمہ غیر موصولہ پر سانس کو توڑنا ((اگر کلمہ موصول ہے تو اس کا آخر یا کسی کلمہ کا درمیان وقف کا محل نہیں، جیسے (رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) میں (رَبِّ الْ) پر کہ لام الْ موصول ہے غیر موصول و مقطوع نہیں، اور (رَبِّ الْعٰلَمْ) پر کہ کلمہ کا درمیان ہے وقف جائز نہیں نیز سانس کے ساتھ آواز بھی ٹوٹ جاتی ہے، اور کلمہ کا آخر ساکن ہو جاتا ہے))۔

اب اگر وہاں پر کوئی آیت ہے یا کوئی وقف اوقاف معتبرہ سے ہے یعنی وقف لازم، وقف مطلق وقف جائز، کہ ان کی علامات گول دائرہ ہ م، ط، ج، وغیرہ کے موقع پر وقف کیا ہے، تو بعد کے کلمہ سے ابتداء کرے ورنہ جس کلمہ پر سانس توڑے اور وقف کرے، اس کو اعادہ کرے اور وسط کلمہ پر اور ایسا ہی جو کلمہ دوسرے کلمہ سے موصول اور مل کر لکھا گیا ہو، اس پر وقف جائز نہیں، اور ایسا ہی ابتداء اور اعادہ بھی جائز نہیں۔

کیفیت وقف اسکان، اشمام، ابدال وغیرہ: اب معلوم ہونا چاہئے، کہ جس کلمہ پر سانس توڑنا یعنی وقف کرنا چاہتا ہے، اگر وہ پہلے سے ساکن ہے تو محض وہاں پر سانس و آواز توڑ دیں گے ((اسے وقف بالسکون کہتے ہیں)) جیسے **فَلَا تَقْهَرْ، فَحَدِّثْ، عَلَيْهِمْ، يٰبُشْرٰى** وغیرہ۔

حرکت عارضی پر وقف کا حکم: اور اگر وہ کلمہ اصل میں ساکن ہے، مگر حرکت اس کو عارض ہوگئی ہے، تب وقف محض اسکان کے ساتھ ہوگا ((یعنی روم واشمام وغیرہ نہیں ہوں گے)) مثل (**عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ**) میں (**عَلَيْهِمْ**) پر وقف، اور (**اَنْذِرِ النَّاسَ**) میں (**اَنْذِرْ**) پر وقف محض اسکان سے ہوگا، (**عَلَيْهِمْ**) کے میم اور (**اَنْذِرْ**) کی راء کی حرکتیں اجتماع ساکنین کی وجہ سے ہیں جو عارضی ہیں، ان کو چونکہ ساکن کرنا پڑھتا ہے، اس لئے یہ وقف بالاسکان کہلاتا ہے اور (**فَلَا تَقْهَرْ، فَحَدِّثْ**) پہلے سے ساکن ہیں، لھذا ان پر وقف بالسکون کہلاتا ہے))۔

وقف بالابدال: اور اگر حرف موقوف (تاء) بصورت ھاء (ۃ) ہے، تو وقف میں اس تاء متحرکہ کو (ھاء) ساکنہ سے بدل دیں گے، مثل (**رَحْمَةً، نِعْمَةً**) اور اگر آخر حرف پر دوزبر کا تنوین ہے، تو اس تنوین کو وقف میں الف سے بدل دیں گے، مثل (**سَوَآءً، هُدًى**)۔

اسکان، اشمام، اور روم میں حرکتوں کے اعتبار سے فرق: اور اگر حرف موقوف پر ایک زبر ہے، تو وقف صرف اسکان کے ساتھ ہوگا ((روم واشمام نہیں ہوں گے)) مثل (**يَعْلَمُوْنَ**) اور اگر اخیر حرف پر ایک پیش یا دو پیش ہوں مثل (**بَرْقٌ، يَفْعَلُ**) تو وقف اسکان اشمام، روم تینوں سے جائز ہے، اور اگر اخیر حرف پر ایک زیر یا دو زیر ہوں تو وقف میں اسکان اور روم دونوں جائز ہیں، اور اشمام نہیں ہوگا، مثل (**ذُو انْتِقَامٍ، وَلَا فِى السَّمَآءِ**) ((نتیجہ یہ کہ اسکان تینوں

حرکتوں فتحہ ،ضمہ اور کسرہ میں ،اشمام صرف ضمہ میں اور روم ضمہ وکسرہ میں ہوتا ہے))۔

اشمام وروم کا طریقۂ اداء: اشمام کے معنی ہیں حرف کو ساکن کرکے ہونٹوں سے ضمہ کی طرف اشارہ کرنا ،روم کے معنٰی ہیں حرکت کو خفی صوت سے (یعنی تیسرا حصہ) اداء کرنا ،جیسے قریب والا سن سکتا ہے۔

فائدہ : روم واشمام اسی حرکت پر ہوگا ،جو اصلی ہوگی اور حرکت عارضی پر روم واشمام دونوں غیر جائز ہیں ،مثل (اَنْذِرِ النَّاسَ ، عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ) ۔

فائدہ روم کی حالت میں دوزیر اور دوپیش کی تنوین حذف ہوجائے گی۔

فائدہ : ھائے ضمیر کا صلہ وقف بالروم اور وقف بالاسکان (واشمام) میں حذف ہوجاتا ہے مثل (بِهٖ ، لَهٗ)

فائدہ (اَلظُّنُوْنَا ، اَلرَّسُوْلَا ، اَلسَّبِيْلَا) سورۃ احزاب۔ پہلا (قَوَارِيْرَا)سورۃ دھر میں۔ (لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ) سورۃ کہف میں۔ اور (اَنَا) جو ضمیر مرفوع منفصل واحد متکلم کی ہے ،ان سب کے آخر کا الف وقف میں پڑھا جائے گا ،اور وصل میں نہیں پڑھا جائے گا۔ اور (سَلٰسِلَا) جو سورۃ دھر میں ہے ،وقف کی حالت میں اثبات الف اور حذف الف دونوں جائز ہیں ،جیسے (سَلَاسِلْ) اور (سَلَا سِلَا)۔

محل وقف وعلامات وقف : آیات پر وقف کرنا زیادہ احب (پسندیدہ)اور مستحسن ہے ((اس لئے کہ یہ سنت سے ثابت ہے ،اور علامات وقف علماء اوقاف کی لگائی ہوئی ہیں))

اور اس کے بعد (م) جہاں لکھی ہو، اس کے بعد جہاں (ط) لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں (ج) لکھی ہو، اور اس کے بعد جہاں (ز) لکھی ہو، اور اولیٰ کو غیر اولیٰ پر ترجیح نہ دینا چاہئے، یعنی آیت کو چھوڑ کر غیر آیت پر وقف کرنا، یا (م) کی جگہ وصل کر کے قریب ہی (ط) وغیرہ پر وقف کرنا، یہ مناسب نہیں، بلکہ ایسا انداز رکھا جائے، کہ جب سانس توڑے، یعنی وقف کرے، تو آیت پر، یا (م، ط) پر، بعض کے نزدیک جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی ہو، تو وہاں پر وصل اولیٰ ہے، فصل سے ((اور ایسی آیت پر اکثر (ہ لا) لکھا ہوتا ہے۔ مگر رأس آیت ہونے کی وجہ سے وقف کرنے کے بعد ماقبل سے اعادہ کرنا درست نہیں، مابعد سے ابتداء ہی کی جائے گی۔))۔

فائدہ: اور وصل کی جگہ وقف یا وقف کی جگہ صرف وصل کرنے سے معنٰی نہیں بدلتے، اور محققین کے نزدیک نہ گناہ ہے اور نہ ہی کفر، البتہ قواعد عرفیہ ((جو عند القراءٗ ضروری ہیں))۔ کے خلاف ہے جن کا اتباع کرنا نہایت ضروری ہے، تاکہ ایہام معنٰی غیر مراد لازم نہ آئے ((یعنی خدا کے ہاں مقصودی معنٰی کے خلاف معنٰی کا وہم پیدا نہ ہو)) اور بعض لوگوں کا یہ کہنا، کہ وقف لازم پر نہ ٹھہرنا کفر ہے، یہ بات تحقیق کے خلاف ہے، اور معنٰی کی تبدیلی بھی حرف کے بدلنے یا حرکات وسکون اور تشدیدات وغیرہ کے بدلنے پر موقوف ہے، وصل وقف پر نہیں، البتہ غلط موقع پر وقف کرنے سے جو قبیح معنٰی کا وہم ہوتا ہے، اس سے بچنے کی غرض سے محل وقف کے قواعد پر لازماً عمل کرنا چاہئے۔))۔

فائدہ: وقف کی طرح اعادہ میں بھی لحاظ رکھنا چاہئے ((ایسی جگہ سے اعادہ نہ ہو، کہ غلط معنٰی کا وہم پیدا ہو جائے، اس لئے کہ)) بعض جگہ اعادہ قبیح ہوتا ہے، جیسا کہ وقف کہیں حسن کہیں

احسن کہیں قبیح اور کہیں اقبح ہوتا ہے، ایسا ہی اعادہ بھی چار قسم ہے۔

ابتداء واعادہ کی چار اقسام: ((حسن، احسن، قبیح، اقبح، یہی چار قسمیں ابتداء کی بھی ہیں جو ابتداء یا اعادہ وقف لازم یا وقف تام کے بعد سے ہو، وہ احسن ہے، اور جو وقف کافی اور وقف حسن جو رأس آیت پر ہو، کے بعد ہو، وہ حسن ہے، اور جو ابتداء واعادہ وقف حسن جو آیت کے درمیان ہے، کے بعد سے ہو، یا وقف قبیح کے بعد سے ہو، وہ قبیح ہے، اور کفار مشرکین وغیرہ کے مقولہ سے کیا جائے یا ایسی جگہ کیا جائے، کہ غیر مناسب معنی کا وہم ہو ایسی ابتداء واعادہ اقبح ہے))

تو جہاں سے اعادہ حسن یا احسن ہو، وہاں سے کرنا چاہئے ونہ اعادہ قبیح سے ابتداء بہتر ہے، مثلاً (قَالُوٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ ۝) میں قَالُوٓا سے اعادہ حسن ہے، اور (اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ) سے قبیح ہے

فائدہ: تمام اوقاف پر سانس توڑنا باوجود دم وسانس ہونے کے ایسا نہیں چاہئے، قاری کی مثال مثل مسافر اور اوقاف کی مثل منازل کے لکھتے ہیں، تو جب ہر منزل پر بلاضرورت ٹھہرنا فضول او وقت کو ضائع کرنا ہے، تو ایسا ہی ہر جگہ وقف کرنا فعل عبث ہے، جتنی دیر وقف کرے گا اتنی دیر میں ایک دو کلمہ ہو جائیں گے البتہ لازم مطلق پر اور ایسے ہی جس آیت کو مابعد سے تعلق لفظی نہ ہو ایسی جگہ پر وقف کرنا ضروری اور مستحسن ہے کہ ((وقف کی ضرورت تو بہر حال پیش آتی ہی ہے تو ایسے موقعوں پر اعادہ کی ضرورت بھی نہیں، لھذا تام، کافی، یا رأس آیت پر وقف کرنا بہتر ہے))

فائدہ: سانس توڑے بغیر کلمہ کو محض ساکن کرنا، یا دیگر وقف کے جو احکام ہیں، ان کو کرنا، تو اسے وقف نہیں کہتے یہ سخت غلطی ہے ((وقف میں سانس اور آواز دونوں کا توڑنا باقی قواعد وقف کے ساتھ وقف کیلئے جزو اعظم ہے))۔

کلمات میں تقطیع وسکتات کا حکم: کلمات میں تقطیع اور سکتات نہ ہونا چاہئے، خصوصًا سکون پر جیسے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ) میں اَلْ، حَمْ، دُ، یہ تقطیع ہے، اور (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، رَبِّ) یہ سکتہ ہے ((کہ کلمات کاٹ کاٹ کر یا ہر کلمہ کے آخر پر رُک رُک کر پڑھنا غلط ہے)) البتہ جہاں روایتًا ثابت ہوا ہے، وہاں سکتہ کرنا چاہئے، اور یہ چار جگہ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے اور وہ سکتے جو مختلف قرأتوں میں ثابت ہیں، یا شاطبیہ وطیبہ کے طریق میں روایتًا ثابت ہیں، ان کو اس غلطی پر قیاس نہ کیا جائے)) آیات پر سکتہ کرے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

((بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شمائل ترمذی شریف میں نبی پاک ﷺ کی قرأت کی جو کیفیت بیان ہوئی ہے، اس میں آیات پر آپ ٹھہری ہیں، بعض علماء نے اس سے سکتہ مراد لیا ہے)) سورۃ فاتحہ میں بعض جہلا کا سات سکتے بیان کرنا سخت غلطی ہے، اور عوام میں جو مشہور ہے، کہ سورہ فاتحہ میں سات جگہ سکتہ کرنا نہایت ضروری ہے اگر سکتہ نہ کیا، تو شیطان کا نام ہو جائے گا، یہ سخت غلطی ہے، وہ سات جگہ یہ ہیں، دُلِلْ، هِـرَبْ کِيَوْ، کَنَعْ، کَنَسْ، تَعَلْ، بِعَلْ، اگر ایسا ہی کسی کلمہ کا اول اور کسی کلمہ کا آخر ملا کر کلمات گڑھ لئے جائیں تو اور بھی بہت سے سکتے نکلیں گے، جب کہ ملا علی قاری" شرح مقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں، وَمَااشْتُهِرَ عَلٰى لِسَانِ بَعْضِ الْجَهَلَةِ مِنَ الْقُرْاٰنِ مِنْ سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِلشَّيْطٰنِ كَذَا مِنَ الْاَسْمَاءِ فِىْ مِثْلِ هٰذِهِ التَّرَاكِيْبِ مِنَ الْبِنَاءِ فَخَطَاءٌ فَاحِشٌ وَاِطْلَاقٌ قَبِيْحٌ ثُمَّ سَكْتُهُمْ عَلٰى دَالِ اَلْحَمْدُ وَكَافِ اِيَّاكَ وَاَمْثَالُهَا غَلَطٌ صَرِيْحٌ، (یعنی بعض جہلاء کی زبان پر جو یہ مشہور ہے، کہ قرآن مجید میں سورہ فاتحہ میں (دُلِلْ

ھِرَب) وغیرہ جیسی تراکیب میں شیطان کے سات نام ہیں، تو یہ قطعاً غلط اور بے ہودہ ہے، اور پھر ان لوگوں کا (اَلْحَمْدُ) کی دال، (اِیَّاكَ) کے کاف اور ان جیسے کلمات پر سکتہ کرنا، کھلی ہوئی واضح غلطی ہے)۔

فائدہ : (كَاَیِّنْ) میں جو نون ساکن ہے، یہ نون تنوین کا ہے، اور مرسوم ہے، اس لفظ کے سوا مصحف عثمانی میں کہیں تنوین نہیں لکھی جاتی، اور قاعدہ سے یہاں تنوین وقف کی حالت میں حذف ہونا چاہئے، مگر چونکہ وقف تابع رسم خط کے ہوتا ہے اور یہاں تنوین مرسوم ہے، یعنی نون لکھی ہوئی ہے، اس وجہ سے وقف میں ثابت رہے گی ((اور نون ساکن کے ساتھ وقف کیا جائے گا))۔

کلمہ کے آخر میں حروف علت، واوٗ، الف، یاء کے حذف واثبات

کلمہ کا آخری حرف علت جب غیر مرسوم ہو، تو وقف میں بھی محذوف ہوگا، اور اگر مرسوم ہوگا تو وقف میں بھی ثابت رہے گا۔

ثابت فی الرسم کی مثال: (وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ ، تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ ، لَاتَسْقِی الْحَرْثَ) کہ وقف (وَاَقِیْمُوْا ، تَحْتَهَا ، لَاتَسْقِیْ) حروف مدہ کے ساتھ کیا جائے گا۔

محذوف فی الرسم کی مثال: (فَارْهَبُوْنِ ، فَاتَّقُوْنِ ، وَسَوْفَ یُؤْتِ اللّٰهُ) سورۃ بقرہ نساء میں (نُنْجِ الْمُؤْمِنِیْنَ) سورہ یونس میں (عِتَابِ ، عِقَابِ) سورۃ رعد میں، کہ وقف (نُنْجْ ، مَتَابْ) بغیر حرف مدہ کے کیا جائے گا، اصل کے مطابق (نُنْجِیْ ، مَتَابِیْ) نہیں کیا جائے گا، کہ حرف علت آخر میں محذوف ہے۔ مگر سورہ نمل میں جو (فَمَآ اٰتٰنِ ءَ اللّٰهُ) ہے، اس کی (یاء) باوجودیکہ مصاحف عثمانیہ میں غیر مرسوم ہے، وقف میں جائز ہے اثبات اور حذف، اس

واسطے کہ وصل میں حفصؒ اس کو مفتوح پڑھتے ہیں ((یعنی رسم کے تقاضا کے مطابق تو وقفا حذف ہوتی ہے، اور وصل میں حفصؒ کے مفتوح پڑھنے کی رعایت میں ثابت رکھنا بھی جائز ہے اور یہ جو الگ (ے) قرآن میں لکھی جاتی ہے، عوام کی سہولت کے لئے))۔ (یَدْعُ الْاِنْسَانُ) سورہ اسراء میں (یَدْعُ الدَّاعِ) سورہ قمر میں (وَیَمْحُ اللّٰہُ الْبَاطِلَ) سورۃ شوریٰ میں سَنَدْعُ الزَّبَانِیَۃَ) سورہ علق میں (اَیُّھَا الْمُؤْمِنُوْنَ) سورہ مومنون میں (اَیُّہَ السَّاحِرُ) سورہ زخرف میں (اَیُّـہَ الثَّقَلَانِ) سورۃ رحمٰن میں ان تمام کلمات میں حروف علت محذوف ہیں، لھذا وقف میں بھی محذوف ہوں گے۔ اساتذہ کرام عملاً سمجھادیں۔

تماثل فی الرسم کا غیر مرسوم ثابت فی الوقف ہوگا

البتہ اگر تماثل فی الرسم کی وجہ سے غیر مرسوم ہوگا، تو اس قسم کا محذوف وقف میں ثابت ہوگا، اس کی مثال (یُحْیِ) کہ اصل میں (یُحْیِیْ) دو یاء ہیں، جو مثلین ہیں، اور رسم کا قاعدہ یہ ہے، کہ آخر کلمہ میں دو (یاء) یا دو (واؤ) یا دو (الف) جمع ہوں، تو ایک کو لکھا جاتا ہے، دوسرے کو حذف کردیا جاتا ہے، اور وصل ووقف دونوں میں ان کا پڑھنا ضروری ہے، یعنی وقف (یُحْیِ) ایک (یاء) سے نہیں، بلکہ (یُحْیِیْ) سے ہوگا، ایسے ہی (یَسْتَحْیِ ، وَاِنْ تَلْوٗا ، لِتَسْتَوٗا جَآءَ ، سَوَآءً ، تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ) اساتذہ تمام کلمات میں حروف علت سمجھادیں، کہ (تَلْوٗا ، لِتَسْتَوٗا) میں دو دو (واؤ) ہیں اور (جَآءَ) میں دو الف، ایک جیم کے بعد والا، جو اصل میں جَیَـاَ تھا، یاء کو الف سے بدلا گیا اور دوسرا (یاء) کے بعد والا ہمزہ بشکل الف، مگر لکھا گیا ایک الف ہے، آخر میں راٴس عین علامت ہمزہ ہے، ہمزہ کی شکل نہیں، ہمزہ ہمیشہ (الف) یا (واؤ) یا

(یاء) کی شکل میں لکھا جاتا ہے جہاں محذوف الصورت ہوتا ہے، وہاں رأس عین علامت کے طور پر ڈال دیتے ہیں، (مَآءً) اور (سَوَآءٌ) اور (تَرَاءَ) میں تین الف جمع ہوتے ہیں، لہٰذا ان کلمات پر وقف بھی وصل کی طرح ہوگا (وَإِنْ تَلْوُوْ، لِتَسْتَوُوْ، مَآءْ، سَوَآءْ، تَرَاءْ پڑھیں گے۔

فائدہ : (لَا تَأْمَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ) اصل میں (لَا تَأْمَنُنَا) دو نون ہیں، اور پہلا نون مضموم دوسرا مفتوح اور لا نافیہ ہے، اس میں محض اظہار اور محض ادغام جائز نہیں، بلکہ ادغام کے ساتھ اشمام ضروری ہے، اور اظہار کی حالت میں روم ضروری ہے ((اور اس کلمہ میں روایت حفصؒ میں ادغام کبیر جو ابو عمرو بصریؒ صاحب کا مذہب ہے، لیا گیا ہے، اور بصری صاحبؒ ادغام میں روم واشمام بھی کرتے ہیں، لھٰذا حفصؒ نے اس کلمہ میں روم واشمام بھی جمع کیا ہے، ادغام مع الاشمام کے اداء کی صورت یہ ہے کہ نون کی تشدید اور غنہ کے اداء کرتے وقت ہونٹوں کو ضمہ کی طرح گول کیا جاتا ہے، اور اظہار مع الروم کے اداء کرنے کا طریقہ یہ ہے، کہ نون کے ضمہ کو اسی طرح خفی صوت سے اداء کیا جائے جس طرح وقف بالروم میں کرتے ہیں))۔

فــائدہ : حرف مبدوء اور موقوف کا خیال رکھنا چاہئے ((یعنی جس حرف سے ابتداء کی جائے اور جس پر وقف کیا جائے)) ان کو کامل طور پر اداء کرنا چاہئے، خاص کر کہ جب ہمزہ یا عین موقوف کسی حرف ساکن کے بعد ہو مثل (شَیْءٌ، سُوْءٍ، جُوْعٍ) اکثر خیال نہ کرنے سے ایسے موقع پر حرف بالکل اداء نہیں ہوتا، یا ناقص اداء ہوتا ہے ((اور ابتداء کی مثال جیسے (اَلْحَمْدُ میں حَمْدُ لِلّٰہِ) بعض لوگ پڑھتے ہیں))۔

نون خفیفہ قرآن مجید میں تنوین کے ساتھ دوجگہ

فائدہ: نون خفیفہ قرآن شریف میں دوجگہ ہے، ایک (وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِيْنَ) سورۃ یوسف میں اور دوسرا (لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ) سورۃ اقرأ میں، یہ نون وقف میں الف سے بدلا جائے گا، اس وجہ سے کہ اس کی رسم الف کے ساتھ ہے، اور وقف رسم خط کے تابع ہوتا ہے۔

خاتمہ (پہلی فصل)

جاننا چاہئے کہ قاری مُقری کے واسطے چار علموں کا جاننا ضروری ہے

ایک تو علم تجوید: یعنی حروف کے مخارج اور اس کی صفات کا جاننا۔

دوسرا علم اوقاف: یعنی اس بات کو جاننا، کہ اس کلمہ پر وقف کس طرح کرنا چاہئے، اور کس طرح نہیں کرنا چاہئے، یعنی کیفیت وقف، اور کہاں معنٰی کے اعتبار سے قبیح اور حسن ہے، اور کہاں لازم اور غیر لازم ((ان دونوں علوم کے بارے میں تو اتنی بات کافی ہے، کہ ترتیل کے معنٰی جو سیدنا علی کرّم اللہ وجہہ سے منقول ہیں، (اَلتَّرْتِيْلُ هُوَ تَجْوِيْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ) اس میں پہلا جزو تجوید الحروف ہے، اور دوسرا معرفۃ الوقوف ہے، اور دونوں کی اہمیت واضح ہے)) اور تجوید کے اکثر مسائل بیان ہو چکے ہیں، جبکہ اوقاف جو قبیل اداء ((کیفیت وقف سے ہیں، یعنی اسکان، اشمام، روم، ابدال وغیرہ)) وہ بھی بیان کر دیئے گئے ہیں، اور جو قبیل معانی ((یعنی محل وقف سے ہیں، تام، کافی، حسن، قبیح، وغیرہ)) مختصر طور سے ان کے رموز و علامات وقف کو بھی جو دال علی المعانی ہیں ((یعنی معنٰی پر دلالت کرنے والی رموز ہیں)) بیان کر دیا ہے، اور بالتفصیل

بیان کرنے سے کتاب طویل ہوجائے گی ،اور مقصود اختصار ہے۔

تیسرا علم رسم عثمانی ہے: اس کا بھی جاننا ضروری ہے۔

علم رسم خط عثمانی کی وضاحت: یعنی کس کلمہ کو کہاں پر کس طرح لکھنا چاہئے ،اس لئے کہ کہیں تو رسم مطابق تلفظ کے ہے، اور کہیں غیر مطابق ہے ((یعنی کلمہ لکھا ہوا اور طرح سے ہے، اور پڑھا اور طرح سے جاتا ہے)) اب اگر ایسے موقع پر جہاں مطابقت نہیں ہے، وہاں اگر رسم کے مطابق تلفظ کیا، اور پڑھا، تو بڑی بھاری غلطی ہوجائے گی، مثلاً (رَحْمٰنُ) بے الف لکھا جاتا ہے۔ (بِاَيْيدٍ) سورۃ ذاریات میں دو (یاء) سے لکھا جاتا ہے، اور (لَاِاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ) اور (لَا اَوْضَعُوْا) اور (لَاَاَذْبَحَنَّهٗ) اور (لَاَاَنْتُمْ) ان چار جگہوں میں لام تاکید کا ہے، اور لکھنے میں لام الف ہے، اب ان جگہوں میں اگر رسم کے مطابق تلفظ کیا جائے، تو (رَحْمٰن) اور (بِاَيْيدٍ) میں تو تلفظ مہمل و بے معنٰی ،اور باقی چار جگہوں میں مثبت منفی ہوجاتا ہے۔

((**فائدہ:** (لَا اَنْتُمْ) میں الف کی زیادتی ضعیف ہے، رسم کی معتبر کتب میں اس کا ذکر نہیں (لَاِاِلَى اللّٰهِ ، لَاَاَوْضَعُوْا) بعض مصاحف عثمانیہ میں زیادتی الف سے، اور بعض میں بلا الف اور (لَاَاَذْبَحَنَّهٗ) تمام مصاحف میں الف کی زیادتی سے لکھا ہوا ہے بہر حال ان جگہوں میں (لَا) نہیں پڑھنا، بلکہ (لَ) پڑھنا ہے، جس کے معنٰی تاکید کے ہوتے ہیں (از تعلیقات مالکیہ)

رسم عثمانی توقیفی وسماعی ہے، اجتہادی وقیاسی نہیں ہے

یہ رسم توقیفی وسماعی ہے، اس کے خلاف لکھنا جائز نہیں ہے، کہ نبی ﷺ کے بتانے اور واقف کرنے، اور امر واملا سے صحابہ کرام نے اختیار فرمائی ہے ((اس میں کسی کے قیاس، ارادہ واجتہاد

کا دخل نہیں، بلکہ سماعی طور پر جیسے نبی کریم ﷺ سے سنی، اس طرح لکھ دی، اور حضور ﷺ نے بھی جبرائیل امین علیہ السلام کی توقیف اور بتانے سے اختیار فرمایا ہے)) قرآن مجید کی کتابت وتدوین جناب رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جس وقت قرآن شریف نازل ہوتا تھا، اسی وقت لکھا جاتا تھا، صحابہ کرام کے پاس متفرق طور سے لکھا بھی تھا، اور حضور ﷺ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قرآن مجید لکھنے پر بھی مقرر فرمایا تھا، جنہیں کاتبین وحی کہتے ہیں، پھر حضور ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اکٹھا ایک جگہ جمع کیا گیا، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نہایت ہی اہتمام کے ساتھ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے متعدد قرآن مجید لکھوا کر جابجا بھیجے گئے، جہاں اول یعنی عہد صدیقی کی جمع اور جمع ثانی عہد عثمانی میں اتنا فرق ہے کہ پہلی دفعہ میں جمع غیر مرتب تھا ،یعنی سورتوں کی ترتیب قائم نہیں تھی، اور جمع ثانی میں سورتوں کی ترتیب کا بھی لحاظ رکھا گیا۔

عہد صدیقی اور عہد عثمانی میں جمع قرآن کا اہتمام

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس کام کو زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے سپر کیا، کیونکہ یہ کاتب الوحی بھی تھے، اور عرضہ اخیرہ آخری دور کے مشاھد بھی، اور اس آخری دور جو نبی علیہ السلام نے جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا، اسی عرضہ کے موافق جناب حضرت رسول مقبول ﷺ کو قرآن سنایا تھا۔ اور باوجود سارے قرآن مجید کے مع سبعہ احرف ((یعنی وہ تمام لغات جن میں قرآن مجید نازل ہوا، اور جن میں پڑھنے کی اجازت تھی)) کہ حافظ ہونے کے پھر بھی یہ احتیاط اور اہتمام کیا گیا تھا، کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم تھا، کہ جو کچھ جس کے پاس قرآن شریف لکھا ہوا ہو ،وہ لاکر پیش کردیں، اور کم از کم دو گواہ بھی ساتھ رکھتا ہو، کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے سامنے لکھا

گیا ہے۔
اور جیسا کہ صحابہ کرام ﷡ نے حضرت رسول مقبول ﷺ کے سامنے لکھا تھا، ویسا ہی حضرت ابوبکر صدیق ﷛ اور حضرت عثمان ﷛ نے لکھوایا، بلکہ بعض آئمہ اہل رسم اس کے قائل ہیں، کہ یہ رسم عثمانی حضرت رسول مقبول ﷺ کے امر واملا ((یعنی حکم اور لکھوانے سے ثابت ہوئی ہے، اس طرح پر یہ قرآن شریف باجماع صحابہ کرام ﷡ اس رسم خاص پر غیر معرب وغیر منقط لکھا گیا، یعنی بغیر اعراب وحرکتوں کے اور بغیر نقطوں کے لکھا گیا))۔

اعراب اور نقطے قرن ثانی میں لگائے گئے

اس کے بعد قرن ثانی میں آسانی کی غرض سے اعراب اور نقطے بھی حروف میں دیئے گئے۔
اب معلوم ہونا چاہیئے، کہ یہ رسم توقیفی ہے، ورنہ جس طرح آئمہ دین نے اعراب اور نقطے آسانی کے لئے دیئے ہیں، ایسا ہی رسم غیر مطابق کو تلفظ کے مطابق کر دیتے، اور یہ بات بعید از قیاس ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق ﷛ یا حضرت عثمان ﷛ اور جمیع صحابہ کرام اس غیر مطابق اور زوائد کو دیکھتے، اور پھر اصلاح نہ فرماتے، خاص کر قرآن شریف میں، اسی واسطے جمیع خلفاء اور صحابہ ﷡ اور تابعینؒ اور تبع تابعین ﷭ اور آئمہ اربعہؒ وغیرھم نے اس رسم کو تسلیم کیا ہے، اور اس کے خلاف کو خلاف کی جگہ جائز نہیں رکھا ((اور تلفظ سے غیر مطابق رسم کو تلفظ کے مطابق کر دینے کی اجازت نہیں دی)) اور بعض اہل کشف ((جن اہل اللہ پر اللہ تعالیٰ بعض دفعہ مخفی چیز ظاہر کر دیتے ہیں)) نے اس رسم خاص میں بڑے بڑے اسرار اور پوشیدہ راز بیان کیے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ یہ رسم خاص بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے۔

رسم عثمانی بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے

خلاصہ یہ ہے، کہ یہ رسم بمنزلہ حروف مقطعات اور آیات متشابہات کے ہے (وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا) ((اس کی حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں پختہ ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے اور یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے، مطلب یہ کہ جس طرح سورتوں کے ابتدائی حروف جیسے (الٓمٓ) کے معنیٰ کو کوئی نہیں جانتا، اور بعض آیات متشابہات کی حقیقی مراد تک مخلوق کی رسائی نہیں، مگر ایمان لانا ان پر بھی ضروری ہے، اسی طرح قرآن مجید کے بعض کلمات کی رسم تلفظ کے خلاف ہونے کی وجہ بھی ہمیں معلوم نہیں، مگر ایمان واعتقاد ان کے درست ہونے کا ضروری ہے))۔

چوتھا علم علم قرأت: اور چوتھا علم، علم قرأت ہے، اور یہ وہ علم ہے جس سے اختلاف الفاظ وحی معلوم ہوتے ہیں ((یعنی قرآن مجید کے بہت سے کلمات کو وحی الٰہی نے کئی کئی طرح پڑھنے کی اجازت دی ہے، جیسے (لَايُقْبَلُ، لَا تُقْبَلُ، اَلْقُدْسُ، اَلْقُدُسُ، اَلْبُيُوْتُ، اَلْبِيُوْتُ وغیـره)) تو قاری مقری کو اس علم کا جاننا بھی ضروری ہے، کہ اسے معلوم ہو، کہ فلاں کلمہ کو کس طرح پڑھنا جائز ہے، اور کس قاری اور کس راوی کی قرأت وروایت میں پڑھ رہا ہے۔

قرأت کی دو قسمیں ہیں ، متواترہ و شاذہ

قرأت دو قسم پر ہے، ایک تو وہ قرأت، جس کا پڑھنا صحیح ہے ((اور صحیح سند و تواتر سے ثابت اور رسم عثمانی کے موافق ہے)) اور اس کی قرآنیت کا اعتقاد کرنا ضروری اور لازمی وفرض ہے، اور انکار اور استہزاء گناہ اور کفر ہے، یہ وہ قرأت ہیں جو قرأ عشرہ سے بطریق شہرت ثابت ہیں، اور قرأ عشرہ یہ ہیں۔

((۱) امام نافع مدنیؒ (۲) امام ابن کثیر مکیؒ (۳) امام ابو عمرو بصریؒ (۴) امام ابن عامر شامیؒ
(۵) امام عاصم کوفیؒ (۶) امام حمزہ کوفی (۷) امام کسائی کوفیؒ (۸) امام ابو جعفر مدنیؒ
(۹) امام یعقوب حضرمیؒ (۱۰) امام خلف کوفیؒ۔

اور ان حضرات کو صاحب اختیار آئمہ بھی کہتے ہیں، ان حضرات کی قرأتیں مسلسل اور لگاتار نقل سے پہنچی ہے، کہ جن میں غلط بیانی کا امکان بالکل نہیں، اور ان کو قرأت متواترہ اور مشہورہ کہتے ہیں، کہ ان سے نقل کرنے والے ہر زمانے میں اتنی کثرت سے ہوئے ہیں کہ ان کا غلطی پر جمع ہونا عقلاً محال ہے۔

قرأت شاذہ: اور جو قرأت ان آئمہ سے بطریق تواتر اور شہرت ثابت نہیں ہوئیں یا ان کے ماسوا سے مروی ہیں ((اور ان میں صحت کی شرائط نہیں پائی جاتیں)) وہ سب شاذہ ہیں، اور شاذہ کا حکم یہ ہے، کہ اس کا پڑھنا قرأت کے اعتقاد سے یا اس طرح کہ سامع کو قرآن شریف پڑھے جانے کا وھم ہو، حرام اور ناجائز ہے، ((البتہ علمی فائدہ کے طور پر پڑھی پڑھائی جانا جائز ہیں)) آج کل یہ بلا و مصیبت بہت ہو رہی ہے، کہ کوئی قرأت متواتر پڑھے تو مسخرا پن کرتے ہیں

((اور اس سے ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں)) اور ٹیڑھی بانکی قرأت سے تعبیر کرتے ہیں، اور یوں ہی بعض حفاظ قاری صاحب بننے وکھلانے کی غرض سے تفسیر وغیرہ دیکھ کر اختلاف قرأت سے پڑھنے لگتے ہیں، اور یہ تمیز اور فرق نہیں کر سکتے، کہ یہ کون سی قرأت ہے، آیا پڑھنا صحیح ہے یا نہیں اور شاذہ ہے یا متواتر، اختلاف مرتب میں خلط تو نہیں ہو رہا، دونوں حضرات کا حکم ماسبق سے معلوم ہو چکا ہے، کہ کس درجہ بُرا کرتے ہیں ((یعنی جو علم قرأت کو حاصل کئے بغیر سن سنا کر اپنے آپ کو قاری جتلانے کی غرض سے اختلافاتِ قرأت سے پڑھتے ہیں، اور یہ تمیز نہیں ہوتی کہ کس قاری کی قرأت ہے وہ بھی بہت برا کرتے ہیں، کہ کہیں اختلاف مرتب میں خلط سے حرام کا ارتکاب ہوتا ہے، اور کہیں کذب فی الروایت کا، لھٰذا علم تجوید کے بعد ان قرأت کو باضابطہ طلباء کو حاصل کرنا چاہئے))۔

دوسری فصل

قرآن شریف کو الحان (لہجہ) اور نغمہ (ترنم) کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے، بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، اور بعض مستحب کہتے ہیں۔ پھر اطلاق وتقید میں بھی اختلاف ہے ((کہ بعض لوگ بغیر کسی پابندی اور قید کے مطلقاً حرام، مکروہ، مباح، یا مستحب کہتے ہیں)) مگر قول محقق اور معتبر یہ ہے، کہ قواعد موسقیہ ((گانے بجانے کے اصول)) کے لحاظ سے قواعد تجوید کے بگڑ جائیں، ((اور لحن خفی لازم آجائے)) تب تو مکروہ، اور اگر لحن جلی کا ارتکاب ہوجائے، تو پھر حرام، اور اگر ایسا نہ ہو، تو مباح ہے یا مستحب ہے، مگر مطلقاً تحسین صوت اور خوش آوازی سے پڑھنا ((کہ موسیقی کے قواعد کا خیال کئے بغیر)) مع رعایت قواعد تجوید کے مستحب اور مستحسن ہے،

جیسا کہ اہل عرب عموما خوش آوازی سے بلاتکلف بلارعایت قواعد موسیقیہ کے پڑھتے ہیں، بلکہ اکثر تو قواعد موسیقیہ سے ذرہ بھر بھی واقف نہیں ہوتے، اور نہایت خوش آوازی سے پڑھتے ہیں، اور یہ خوش آوازی ان کی طبعی اور جبلی ہے، ((اور ان کی عادت مزاج اور وجدان میں پائی جاتی ہے)) اس واسطے ہر ایک کا لہجہ الگ الگ اور ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا ہے، ہر ایک اپنے لہجے کو ہر وقت پڑھ سکتا ہے، بخلاف انغام ((اور گانے بجانے کے راگ)) کے، کہ ان کے اوقات مقرر ہوتے ہیں، جو دوسرے وقت میں نہیں بنتے، اور نہ اچھے معلوم ہوتے ہیں ((ساون وبرسات کے الگ، بہار کے الگ، رات کے الگ الگ انداز کے راگ ہوتے ہیں)) یہاں سے معلوم ہوگیا، کہ نغمہ اور لہجہ میں کیا فرق ہے۔

الحان اور انغام کا فرق: الحان کی تعریف، طرز طبعی کو لہجہ کہتے ہیں، ((اور یہ وجدانی اور ذوقی طرز انداز خالص عربوں کا بغیر کسی سبب اور قواعد کے ہے، البتہ غیر عربوں کو جیسے عربی تلفظ سیکھنا ضروری ہے، ایسے ہی ماہر مشاق مجودین سے عربی لہجہ سیکھنا پڑے گا، اور اس کے لئے کوئی باضابطہ علم قرأ کے ہاں مدوّن نہیں، بلکہ ذوقی اور وجدانی طور پر مشق سے عجم بھی بالکل عربوں کی طرز طبعی کے مطابق پڑھنے لگتے ہیں)) بخلاف نغم کے، اب یہ بھی معلوم ہونا ضروری ہے، کہ انغام کسے کہتے ہیں۔

انغام کی تعریف: وہ یہ ہے، کہ تحسین صوت کے واسطے جو خاص قواعد مقرر کیے گئے ہیں، ان کا لحاظ کر کے پڑھنا یعنی کہیں گھٹانا، کہیں بڑھانا، کہیں جلدی کرنا، کہیں نہ کرنا، کہیں آواز کو پست کرنا، کہیں بلند کرنا، کسی کلمہ کو سختی سے اداء کرنا، کسی کو نرمی سے، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا، کہیں

کچھ، کہیں کچھ، جو کوئی جتنا جانتا ہو کرنا۔

فائدہ: قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اللہ کے خوف یا عذاب کی آیات پر آخرت کی فکر وغیرہ کی بناء پر بغیر ریاکاری کے رونے کی آواز مذموم نہیں، بلکہ محمود ہے۔))

فائدہ: فن موسیقی کے جو بڑے بڑے ماہر لوگ ہیں، ان کے قول سنے گئے ہیں، کہ اس سے کوئی آواز خالی نہیں ہوتی، ضرور بالضرور کوئی نہ کوئی قاعدہ موسیقی کا پایا جائے گا، خصوصاً جب انسان ذوق وشوق سے کوئی چیز پڑھے گا، باوجودیکہ وہ کچھ بھی اس فن سے واقف نہ ہو، مگر کوئی نہ کوئی نغم سرزد ہوگا، اسی واسطے بعض محتاط لوگوں نے اس طرح پڑھنا شروع کیا، کہ تحسین صوت کا ذرہ بھر بھی نام نہ آوے، کیونکہ تحسین صوت کو لازم ہے نغم، اور اس سے احتیاط ہے، اور یہی بعض اہل احتیاط اہل عرب کو کہتے ہیں، کہ وہ لوگ تو گا کے پڑھتے ہیں، حالانکہ یہ تحسین کسی طرح بھی ممنوع نہیں، اور نہ ہی اس سے مفر خلاصی ہے ((اس لئے کہ خود حدیث شریف میں ہے، کہ اِقْرَءُ الْقُرْاٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا (قرآن مجید کو عربوں کے لہجوں اور آوازوں میں پڑھو۔ زَيِّنُوْا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِكُمْ فَاِنَّ الصَّوْتَ الْحَسَنَ يَزِيْدُ الْقُرْاٰنَ حُسْنًا (قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے زینت دو، بے شک اچھی آواز قرآن کے حسن کو دوبالا کرتی ہے))۔

خلاصہ اور ماحصل: خلاصہ اور ماحصل ہمارا یہ ہے، کہ قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا اور فی الجملہ خوش آوازی سے پڑھے، اور قواعد موسیقیہ کا خیال نہ کرے، کہ موافق ہے یا مخالف، اور صحت حروف اور معانی کا خیال کرے، اور اگر معانی نہ جانتا ہو، تو اتنا ہی کافی ہے، کہ مالک الملک عزوجل کے کلام کو پڑھ رہا ہوں، اور وہ سن رہا ہے، اور پڑھنے کے جو آداب مشہور ہیں، ان

پر عمل کیا جائے، تمت بالخیر۔

الّفه عبدالرحمٰن بن بشیر خان عفی الله عنه وعن الوالدیه

آج یوم عرفہ بعد از نماز مغرب کتاب فوائد مکیہ مع تسہیلات علویہ، تکمیل پذیر ہوئی، اللہ تعالی اس کے مؤلف اور شارحین ومحشی حضرات اور اساتذہ کرام کی جملہ مساعی جمیلہ کو شرف قبول سے نوازیں، اور انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، اور بندہ ناچیز کی اس ادنی سعی کو دارین کی سعادت کا ذریعہ بنائیں، اور طلباء کے لئے نافع بنائیں، امین۔

مرتّب وتسہیلات

الاستاذ المقری فیاض الرحمٰن علوی بن محمد دین مرحوم ہزاروی

استاذ تجوید وقرأت وحدیث

ومدیر مدرسہ مرکزی دار القرآن نمک منڈی پشاور

کمپوزنگ: قاری سید جمال الدین الترمذی

جدول تعوّذ، بسملہ تا رب العٰلمین فصل کل کی اڑتالیس وجوہ

سولہ وجوہ

نمبر شمار	اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم	بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم
۱ تا ۴	الرجیم، طول مع الاسکان	الرحیم۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان، وقصر مع الروم
۵ تا ۸	الرجیم۔ توسط، مع الاسکان	الرحیم۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم
۹ تا ۱۲	الرجیم۔ قصر مع الاسکان	الرحیم۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم
۱۳ تا ۱۶	الرجیم۔ قصر مع الروم	الرحیم۔ طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم

اڑتالیس وجوہ

اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ٥ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم٥ الحمدللّٰہ رب العٰلمین

نمبر شمار	الرجیم	الرحیم	العٰلمین
۱ تا ۴	طول مع الاسکان	طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم	طول مع الاسکان
۵ تا ۸	توسط مع الاسکان	طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم	"
۹ تا ۱۲	قصر مع الاسکان	طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم	"
۱۳ تا ۱۶	قصر مع الروم	طول، توسط، قصر مع الاسکان وقصر مع الروم	"
۱۷ تا ۲۰	طول مع الاسکان	" " "	توسط مع الاسکان
۲۱ تا ۲۴	توسط مع الاسکان	" " "	"

۲۵تا۲۸	قصر مع الاسکان	"	"	"	"
۲۹تا۳۲	قصر مع الروم	"	"	"	"
۳۵تا۳۶	طول مع الاسکان	"	"	"	قصر مع الاسکان
۳۷تا۴۰	توسط مع الاسکان	"	"	"	"
۴۱تا۴۴	قصر مع الاسکان	"	"	"	"
۴۵تا۴۸	قصر مع الروم	"	"	"	"

نوٹ: ان اڑتالیس وجوہ میں سے چار مساوات کی جائز ہیں

(۱) طول مع الطول مع الاسکان (۲) توسط مع التوسط مع الاسکان۔

(۳) قصر مع القصر مع الاسکان (۴) قصر مع الروم مع القصر مع الروم مع القصر مع الاسکان۔

اور دو مختلف فیہ ہیں

(۱) قصر مع الروم مع القصر مع الاسکان مع التوسط مع الاسکان (۲) قصر مع الروم مع القصر مع الاسکان مع الطول مع الاسکان۔

التتمہ و التکملہ

مصنفؒ نے تین حواشی ایک بسم اللہ کے بارے میں اور دوسرا غنہ اور نون مخفاۃ کے بارے میں اور تیسرا حرف ضاد کی صحیح اداء سے متعلق باب کے آخر میں اساتذہ اور معلمین تجوید وقرأت اور ذہین طلباء کے افادہ کی غرض سے جمع کئے گئے ہیں، جو عام طلباء کی استعداد سے بالاتر ہیں، اس لئے اپنے مقام پر ان کو نہیں لکھا گیا۔

پہلا حاشیہ جو بسم اللہ کے بارے میں ہے

حضرت ابن خزیمہ ؓ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے پڑھا ہے، بسم اللہ الرحمن الرحیم کو سورۃ فاتحہ کے شروع میں، اور اس کو ایک آیت بھی شمار کیا ہے، پس یہ ایک مستقل آیت ہے سورۃ فاتحہ کی بعض قرأتوں میں جن کے تواتر پر اتفاق ہے، اور قرأ سبعہ میں سے تین قاری ابن کثیرؒ، عاصمؒ اور کسائیؒ اسی پر ہیں، اور تینوں اس کے الحمد سے ایک آیت ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ قرآن شریف کی ہر سورۃ کے شروع کی ایک آیت مانتے ہیں (الاتحاف)

اور کہا گیا ہے، کہ ایک آیت تامہ ہے ہر سورۃ سے، یہ ابن عباس اور ابن عمر اور سعید ابن جبیر اور زہری اور عطاء اور عبداللہ ابن مبارک ؒ کا قول ہے، اور اسی قول پر قرأ مکہ اور کوفہ اور وہاں کے فقہاء ہیں، اور امام شافعیؒ کا قول جدید بھی یہی ہے (منار الھدیٰ فی الوقف والابتداء)

حاصل یہ ہے، کہ بسم اللہ نہ پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے، شروع زمانہ پر، اور پڑھنے والوں نے عمل کیا ہے، اخیر زمانہ پر، جو معتمد ہے، اور بسم اللہ پڑھنے والوں کی دلیل کی قوت مخفی نہیں، خاص کر جب کہ بسم اللہ ہر سورت کے شروع میں اجماع صحابہ ؓ سے لکھی گئی ہے (شرح شاطبیہ ملا علی قاریؒ) پھر بسم اللہ پڑھنے والے بعض اس کو ہر سورۃ سے سوائے براۃ کے ایک آیت شمار کرتے ہیں، اور وہ بعض علاوہ قالونؒ کے ہیں۔ (کنز المعانی شرح حرز الامانی)

سخاویؒ شاگرد امام شاطبیؒ فرماتے ہیں، کہ قراء نے اس کے جزء فاتحہ ہونے پر اتفاق کیا ہے، مثل ابن کثیرؒ اور عاصمؒ اور کسائیؒ اس کو سورۃ فاتحہ اور ہر سورۃ سے جزء مانتے ہیں، اور صواب یہ ہے، کہ دونوں کا قول حق ہیں، اور وہ ایک آیت ہے، قرآن سے بعض قرأتوں میں اور وہ قرأت ان لوگوں

کی ہے، جو درمیان دوسورتوں کے بسم اللہ سے فصل کرتے ہیں، اور جو لوگ اس کے ساتھ فصل نہیں کرتے، ان کی قرأت میں یہ آیت نہیں۔ (نشر حواشی مرضیہ)

دوسرا حاشیہ جو غنہ اور نون مخفاۃ کے بارے میں ہے

غنہ صوت خیشومی کا نام ہے، اور یہ سب حرفوں میں ممکن الاداء ہے، مگر نون میم میں یہ صفت لازمہ کے طور سے ہے، اور جب یہ دونوں حرف مشدد یا مخفی یا مدغم بالغنہ ہوں، تو اس وقت یہ صفت علی وجہ الکمال پائی جاتی ہے، اور ان حالتوں میں خیشوم کو ایسا دخل ہے، کہ بغیر اس صفت کے (ن،م) بالکل اداء نہ ہوں گے، یا نہایت ناقص اداء ہونگے، لھٰذا قرأ نے لکھا ہے، کہ (ن، م) کا مخرج ان حالتوں میں خیشوم ہے، اب کئی اعتراض ہوتے ہیں، کہ اول یہ سب صفات لازمہ میں یہ بات پائی جاتی ہے، کہ بغیر ان کے حرف اداء نہیں ہوتا، تو سب کا مخرج بیان کرنا چاہیئے، اور مخرج بدلنا چاہیئے یا دو مخرج لکھنا چاہیئے، جواب یہ ہے، کہ چونکہ صفت غنہ کا مخرج سب مخارج سے علیحدہ ہے اس واسطے بیان کرنے کی حاجت ہوئی، بخلاف اور صفات کے کہ انہی مخارج سے تعلق رکھتی ہیں جہاں سے حروف نکلتے ہیں، دوسرا شبہ یہ ہوتا ہے، کہ (ن) مشدد اور مدغم بالغنہ (م) مطلقاً خواہ مشدد ہو، یا مخفی ان صورتوں میں اصلی مخارج سے نکلنے میں تبدیل مخرج تو نہیں معلوم ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ مخرج اصلی کو بھی دخل ہے، اور خیشوم کو بھی، تاکہ علی وجہ الکمال اداء ہوں، تیسرا شبہ یہ ہے، کہ نون مخفی کو بعض قرأ زمانہ لکھتے ہیں، کہ اس میں لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں، اور کتب تجوید کی بعض عبارات سے اس کی تائید ہوتی ہے، مگر جب غور وخوض کیا جائے اور سب کے اقوال مختلفہ پر نظر کی جائے تو یہ امر واضح ہو جاتا ہے، کہ (ن) مخفی میں لسان کو بھی دخل

ہے، مگر ضعیف، اسی وجہ سے کالعدم سمجھا گیا، جیسا کہ حروف مدہ میں اعتماد ضعیف سے قطع نظر کر کے خلیلؒ وغیرہ نے ان کا مخرج جوف بیان کیا ہے، ایسا ہی نون مخفی کا حال ہے، کہ اس تعریف یہ کی جاتی ہے حَرْفٌ خَفِيٌّ يَخْرُجُ مِنَ الْخَيْشُوْمِ لَا عَمَلَ لِلِّسَانِ فِيْهِ (ایک خفی حرف ہے جو ناک کے بانسہ سے نکلتا ہے، اور اس کی ادائیگی میں زبان کو کچھ کام نہیں کرنا پڑتا) اب (لاعمل للسان) دیکھ کر خیال پیدا ہوتا ہے، کہ لسان کو ذرہ بھر دخل نہیں، کیونکہ نکرہ منفی عموم کا فائدہ دیتا ہے، اگر یہ صحیح مانا جائے تو حرف کا اطلاق صحیح نہیں، اس واسطے کہ حرف کی تعریف ملا علی قاریؒ وغیرہ نے لکھی ہے، صوت يعتمد على مقطع محقق او مقدر (یعنی وہ آواز جو کسی مخرج محقق یا مقدر پر ٹکے) مقطع محقق اجزاء حلق لسان وشفت کو بیان کیا، اور مقطع مقدر جوف کو بیان کیا، لھذا (لاعمل للسان) میں عمل خاص کی نفی کی ہے، جیسا کہ آگے عبارات سے معلوم ہو جائے گا۔

ثانیًا ملا علی قاری کی عبارت سے بھی عمل لسان ثابت ہے، وہ لکھتے ہیں، وَاَنَّ النُّوْنَ الْمُخْفَاةَ مُرَكَّبَةٌ مِنْ مَّخْرَجِ الذَّاتِ وَمِنْ تَحَقُّقِ الصِّفَةِ فِيْ تَحْصِيْلِ الْكَمَالَاتِ (یعنی نون مخفاۃ مرکب ہے، ذات حرف اور تحقق الصفت سے کمالات کے حاصل ہونے کے لئے) تحقق الصفۃ کے معنی وجود غنہ اور اس کا مخرج خیشوم ہے، فَتَثَبَّتْ مَا قُلْنَا۔

ثالثًا امام جزری النشر فی القراءات العشر میں لکھتے ہیں۔ اَلْمَخْرَجُ السَّابِعُ عَشَرَ الْخَيْشُوْمُ وَهُوَ الْغُنَّةُ وَهِيَ تَكُوْنُ فِي النُّوْنِ وَالْمِيْمِ السَّاكِنَيْنِ حَالَةَ الْاِخْفَاءِ اَوْ مَا فِيْ حُكْمِهٖ مِنَ الْاِدْغَامِ بِالْغُنَّةِ فَاِنَّ مَخْرَجَ هٰذَيْنِ الْحَرْفَيْنِ يَتَحَوَّلُ فِيْ هٰذِهِ الْحَالَةِ عَنِ

مَخْرَجِهَا الْاَصْلِیِّ عَلَی الْقَوْلِ الصَّحِیْحِ كَمَا یَتَحَوَّلُ مَخْرَجُ حُرُوْفِ الْمَدِّ مِنْ مَّخْرَجِهَا اِلَی الْجَوْفِ عَلَی الصَّوَابِ (یعنی سترھواں مخرج خیشوم ہے، اور وہ غنہ کا مخرج ہے جو کہ نون ساکن میں اخفاء یا ادغام بالغنہ کی حالت میں ہوتا ہے، اس لئے کہ ان دونوں حرفوں کا مخرج اس حالت میں قول صحیح کی بناء پر اپنے اصلی مخرج سے پلٹ جاتا ہے، جیسا کہ حروف مدہ کا مخرج صحیح قول کی بناء پر ان کے مخرج سے جوف کی طرف پلٹ جاتا ہے، پھر آگے احکام النون الساکنۃ والتنوین کی تنبیہات میں لکھتے ہیں، الاول مخرج النون والتنوین مع حروف اخفاء الخمس عشر من الخیشوم فقط ولا حظ لهما معهن فی الفم لانه لاعمل للسان فیهما كعمله فیهما مع ما یظهر ان اوید غمان بغنة ۔

(پہلی تنبیہ نون اور تنوین کے پندرہ حروف اخفاء کے ساتھ اداء ہونے کی حالت میں ان کا مخرج صرف خیشوم ہے، اور ان حرفوں کے ساتھ اداء ہونے کی حالت میں یعنی بحالت اخفاء ان دونوں کی ادائیگی کے لئے زبان کو منہ میں کوئی کام نہیں کرنا پڑتا، اس لئے کہ اس حالت میں ان دونوں کی ادائیگی میں زبان کو اس قسم کا دخل نہیں ہوتا، جس قسم کا دخل ان کے حروف اظہار اور حروف ادغام بالغنہ کے ساتھ اداء ہونے کی حالت میں ہوتا ہے) اس سے معلوم ہوا کہ نفی قید کی ہے مطلق عمل کی نہیں یعنی اظہار اور ادغام بالغنہ میں جو عمل ہے، یہ نون مخفی میں نہیں، اب اگر تحول کے معنی انتقال اور تبدل کے مراد ہوں، تو (لا عمل كعمله مع ما ید غمان بغنة) اس کے معارض ہوگا، لھذا مراد تحول سے توجہ ومیلان ہے، اس طرح پر کہ محول عنہ ومحول الیہ دونوں کو دخل ہے۔ مگر نون خفیفہ میں لسان کو بہت کم دخل ہے، بخلاف نون مشدد ومدغم بالغنہ ومیم مشدد ومخفاۃ کے کہ

ان میں لسان وشفت کو زیادہ دخل وعمل ہے، ایک بات اور یہاں سے ظاہر ہوتی ہے، کہ نون مخفی میں لسان کو ایسا عمل بھی نہ ہو، جیسا کہ نون میم مشدد میں ہوتا ہے، اور نہ مابعد کے حرف کے مخرج پر اعتماد ہو، جیسا کہ (و ، ی ، م ، ن) میں بحالت ادغام بالغنہ اعتماد ہوتا ہے، کیونکہ ان حرفوں میں ادغام بالغنہ کی صورت یہ ہے، کہ نون کو مابعد کے حرف سے بدل کر اول حرف کو اس کے مخرج سے مع صوت خیشومی کے اداء کریں، اسی وجہ سے اس نون کو جو (و، ی م ، ن) میں مدغم بالغنہ ہوتا ہے، اس کو حرف کے ساتھ کسی نے تعبیر نہیں کیا، کیونکہ یہاں ذات نون بالکل منعدم ہوگئی ہے اور نہ اصلی مخرج سے کچھ تعلق رہا ہے، صرف غنہ باقی ہے جس کا محل خیشوم ہے بخلاف نون مخفی کہ اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے۔

(حرف خفی یخرج من الخیشو م ولا عمل للسان فیه ولاشائبة حرف اخر فیـــــه) اب امام جزریؒ کے قول سے بھی ثابت ہوگیا، کہ نون مخفی میں لسان کو بھی کچھ دخل ہے نہایت القول المفید میں نشر سے زیادہ صاف مطلب نکلتا ہے، پہلے لکھا ہے کہ خیشوم مخرج ہے نون میم غیر مظہرہ کا۔ پھر لکھتے ہیں کہ لَا یقال لابد من عمل اللسان فی النون والشفتین فی المیم مطلقاحتی فی حالة الاخفاء والادغام بغنة وکذاللخیشوم عمل حتی فی حالة الاظهار والتحریك فلم هذا التخصیص لانهم نظر والاغلب فحکموا له بانه المخرج فلما کان الاغلب فی حالة اخفائهما وادغامهما بغنة عمل الخیشوم جعلوه مخرجهماحینئذ وان عمل اللسان والشفتین ایضًا ولما کان الاغلب فی حالة التحرك والاظهار عمل اللسان والشفتین جعلوهما المخرج

وان عمل الخیشوم حینئذ ایضًا ...الخ ۔ (خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ اھل اداء نے نون اور میم متحرک اور مظہرہ کا مخرج لسان اور شفت کو اور نون مخفاۃ اور مدغمہ بالغنہ کا مخرج خیشوم کو جو قرار دیا ہے، تو اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اس بارے میں عمل غالب کو مدنظر رکھا ہے، یعنی نون ومیم متحرک اور مظہرہ میں گو خیشوم کو بھی دخل ہوتا ہے، مگر ان حالتوں میں چونکہ لسان وشفت کو زیادہ دخل ہوتا ہے، اس لئے ان کا مخرج لسان وشفتین کو قرار دیا، اور اخفاء ادغام بالغنہ کی حالت میں گو لسان وشفت کو بھی دخل ہوتا ہے، مگر چونکہ ان حالتوں میں خیشوم کو زیادہ دخل ہوتا ہے، اس لئے ان حالتوں میں ان کا مخرج خیشوم کو قرار دیا۔ (انتہٰی) **فافهم وتامل** ۔ رابعًا غنہ اور اخفاء سے غرض تحسین لفظ اور جو ثقل ترکیب حروف سے پیدا ہو، اس کی تخفیف مقصود ہوتی ہے، اور ایسے اخفاء سے کہ جس میں لسان کو ذرہ بھر تعلق نہ ہو محال نہیں، تو متعذر ضرور ہے اور صوت بھی کریہہ ہو جاتی ہے، اور اگر کچھ بنا کر تکلف سے اداء کیا بھی جائے، کہ نون مخفاۃ کے اداء کرتے وقت زبان حنک سے قریب متصل ہوگی، مگر اتصال نہایت خفیف ہوگا۔

حرف ضاد کے بارے میں خود مؤلفؒ کے قلم سے ایک مقالہ

فائدہ : حرف ضاد ضعیف کو ابن الحاجبؒ نے جو کہ امام شاطبیؒ کے شاگرد ہیں، شافیہ میں حروف مستہجنہ سے لکھا ہے، اور امام رضیؒ اس کی شرح لکھتے ہیں۔

قال السیرا فی انها فی لغة قوم لیس فی لغتهم ضاد فا ذا احتاجو ا الی التکلم بها فی العربیة اعتاصت علیهم فربما اخرجو ها ظاء لاخراجهم ایاها من طرف اللسان واطراف الثنایا وربما تکلفوا اخراجهم ایّاها من طرف اللسان واطراف الثنایا وربماتکلفوا اخراجها من مخرج الضاد فلم یتأ ت لهم فخرجت بین الضاد والظاء۔ (یعنی کہا سیرائیؒ نے ضاد مستہجنہ ان لوگوں کی لغت ہے، جن کی زبان میں ضاد نہیں، پس جب انہیں اس کے عربی میں تلفظ کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے، تو انہیں اس کا تلفظ دشوار معلوم ہوتا ہے پھر کبھی تو وہ اس کو خالص ظاء اداء کرتے ہیں، بوجہ اس کے نکالنے کے زبان کی نوک اور ثنایا علیا کے کناروں سے، اور کبھی اس کو مخرج اصلی سے بہ تکلف اداء کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن ان سے بن نہیں پڑتا، اس لئے وہ ضاد صحیحہ اور خالص ظاء کے مخرجوں کے درمیان یعنی رباعی، انیاب اور ضواحک سے اداء ہوجاتا ہے، (انتہی) شافیہ اور اس کی شرح سے بعض متاخرین نیز روافض کی تردید ہوگئی جو کہ قائل ہیں، کہ ظاء وضاد میں اشتراک صفات ذاتیہ کی وجہ سے حرف ضاد مثل ظاء کے مسموع ہوتا ہے، بلکہ ان میں فرق کرنا نہایت دشوار ہے، لھذا اگر ضاد کی جگہ ظاء پڑھی جائے، تو کچھ حرج نہیں، حالانکہ اشتراک کو تشابہ لازم نہیں، اس واسطے کہ جیم ودال بھی جمیع صفات میں مشترک ہیں، مگر تخالف مخرج کی وجہ سے دونوں کی صوت

میں بالکل تباین ہے، اصلاً تشابہ نہیں اور ضاد وظاء میں تخالف مخرج موجود ہے، مگر چونکہ مخرج ضاد کا اکثر حافہ لسان مع اضراس اور مخرج ظاء کا طرف لسان مع طرف ثنایا علیا ہے، اور پھر ان دونوں حرفوں میں استعلاء اطباق ہے، اس وجہ سے ان میں تقارب ہوگیا پھر صفت رخاوت کی وجہ سے ان میں تشابہ صوتی پیدا ہوگیا، یہ وجہ ہے تشابہ کی بخلاف جیم ودال کے، کہ ان میں یہ وجوہ نہیں اب تشابہ ضاد وظاء میں ثابت ہوگیا، مگر ایسا تشابہ کہ حرف ضاد قریب حرف ظاء کے مسموع ہو، اس طرح کا تشابہ ممنوع ہے، اسی کو ابن حاجبؒ اور رضیؒ نے مستحسن لکھا ہے، کیونکہ باعث تشابہ صفت رخوت ہے، اور یہ صفت ضاد میں بہ نسبت ظاء کے ضعیف ہوگئی ہے، اس واسطے کہ ضاد میں صفت اطباق کی بہ نسبت ظاء کے قوی ہے، اور لامحالہ جتنی صفت اطباق قوی ہوگی اتنی ہی صفت رخاوت میں ضعف پیدا ہوگا۔ کیونکہ اطباق محکم منافی رخاوت ہے، دوسری وجہ ضعف رخاوت یہ ہے، کہ ضاد کا مخرج مجریٰ صوت ہوا سے ایک کنارے واقع ہوا ہے، بخلاف مخرج ظاء کے کہ وہ محاذات میں واقع ہے، اسی وجہ سے ظاء میں رخاوت قوی ہے، اور جب رخاوت قوی ہو تو لامحالہ اطباق ضعیف ہوگا۔

ماحصل یہ: کہ جب ضاد کو اپنے مخرج سے مع جمیع صفات اداء کیا جائے گا، تو اس وقت اس کی صوت اہل عرب کے ضاد کی صوت سے جو آج کل مروج ہے، مشابہ ہوگی، اور ظاء کے ساتھ بھی تشابہ ہوگا، مگر کم درجہ میں، اس واسطے کہ ضاد میں اطباق وفخم بہ نسبت ظاء کے زیادہ ہے، کیونکہ رخاوت ظاء کی بہ نسبت ضاد کے قوی ہے، اور رخاوت واطباق میں تقابل ہے، ایک قوی ہوگی دوسری ضعیف ہوگی، اب اگر ضاد میں صفت رخاوت زیادہ ہوجائے گی، تو اشبہ بالظاء ہوجائے گا

اور اسی کو صاحب شافیہ اور رضیؒ نے مستحسن لکھا ہے، اور اگر اطباق قوی اداء کیا جائے گا مع رخاوت کے تو اشبہ بالضاد مروج بین العرب اداء ہوگا، اور کسی قدر ظاء کے ساتھ بھی مشابہ ہوگا۔

بعض کتب تفسیر و تجوید میں جو ضاد و ظاء کو متشابہ الصوت لکھا ہے اس سے یہی مراد ہے، نہ یہ کہ ظاء مسموع ہو، اور اب تعارض بھی نہیں رہا، اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے، کہ بعض قرأ عجم اہل عرب کو کہتے ہیں، کہ ظاء کی جگہ دال مفخم پڑھتے ہیں، جواب یہ ہے، کہ دال مفخم کوئی حرف ہی نہیں، اسی واسطے کہ دال کی صفت ذاتی استفال، انفتاح اور مخرج طرف لسان اور جڑ ثنایا علیا ہے، اور اہل عرب ضاد کو اپنے مخرج مع استعلاء اطباق کے عموماً اداء کرتے ہیں، اور ایک حرف دوسرے مخرج مباین سے اداء ہی نہیں ہوتا، اور جب صفات ذاتیہ بھی بدل گئیں تو دال اسے نہیں کہہ سکتے، اصل میں وہ ضاد ہے، مگر صفت رخاوت جو قوت اور ضعف کے ساتھ اس میں پائی جاتی تھی، وہ اکثر عرب سے شاید اداء نہ ہوتی ہو، غایہ مافی الباب یہ لحن خفی ہوگا، اور ظاء خالص پڑھنا اور دال خالص یا دال کو اپنے مخرج سے پُر کر کے پڑھنا یہ لحن جلی ہے، کیونکہ پہلی صورت میں صرف ایک صفت جو کہ نہایت کمزور درجہ میں تھی، اس کا ابدال یا انعدام ہوا ہے، باقی صورتوں میں ابدال حرف بہ حرف آخر لازم آتا ہے۔

والله اعلم بالصّواب

مرتب و تسہیلات

الاستاذ المقری فیاض الرحمٰن علوی بن محمد دین مرحوم ہزاروی

استاذ تجوید وقرأت وحدیث ومدیر مدرسہ مرکزی دار القرا پشاور

کمپوزنگ : قاری سید جمال الدین الترمذی